جملہ حقوق محفوظ

اگست ۱۹۰۹ء

جلد - ۱۷
نمبر ۵

ایڈیٹر { شیخ عبدالقادر
شیخ محمد اکرام

مخزن

اردو علم ادب کی دلچسپ ایک ماہوار مجموعہ

نثر

تصویر - ایک سیپ کا گھر انگلستان میں ...
سپید کا گہر - شیخ عبدالقادر بی-اے ... ۱
دلچسپ تحقیق - ابوالبرکات مولوی عبدالحی صاحب شعدی ... ۸
علی حزیں - مولوی رضا علی صاحب وحشت ... ۹
نجم بیاس - مولوی محمد خلیل الرحمن صاحب ... ۲۱
اردو نویسی پر لارڈ مارلی کی رائے - شیخ محمد اکرام ... ۲۸
سارس کی تارک الوطنی - مولوی عبدالراشد الخیری ۳۶
کلمبس - مولانا علی حیدر صاحب نظم طباطبائی ... ۴۷
انقلاب - سید سلطان حیدر صاحب جوش ... ۵۵
اردو سبھا - شیخ عبدالقادر بی-اے ... ۵۹

نظم

دو ستارے - ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم-اے-پی-ایچ-ڈی ... ۶۰
رایت اسلام - حضرت بیان یزدانی مرحوم ۶۵
ابر نوبہار - مولوی میرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی - ... ۶۸
پہاڑ کا منظر - مولوی محمد نواب خاں صاحب ثاقب ... ۷۰
تازہ غزلیں - مرزا اعجاز حسین صاحب لمعی از جناب محشر لکھنوی ..
جناب سردار امرتسری ...

دس کروڑ ہندوستانی اردو بولتے ہیں۔ اور بہتیرے غیر ہندوستانی اردو سمجھتے ہیں

باہتمام شیخ محمد اکرام مخزن پریس دہلی میں چھپ کر شائع ہوا

قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک ... فی پرچہ ۳

عصمت

(اردو خواں خواتین کے لیے ایک لاجواب دلچسپ ماہوار رسالہ)

دیکھیں تو خوشنما   پڑھیں تو دلچسپ   سمجھیں تو مفید

رسالہ عصمت جاری ہوتے ہی پڑھی لکھی مستورات کی ضروریات میں شمار ہونے لگا ہے اور پہلے ہی نمبر نے ملک کے قابل اصحاب اور ہندوستان کے اینگلو انڈین اخبارات کو اپنی خوبیوں کا گرویدہ کرلیا ہے اور تعلیم یافتہ خواتین میں اس کا خیر مقدم نہایت گرمجوشی سے کیا گیا ہے۔

ہندوستانی عورتوں کی موجودہ تعلیمی حالت ان کے مذاق اور ان کے فرائض سب کو ملحوظ رکھکر آسان اور عام فہم مضامین اس میں جمع کیے جاتے ہیں۔

بیاہی ہوئی عورتیں تدبیر خانہ داری اور میاں بیوی کے باہمی تعلقات کے متعلق اپنی معلومات بڑھانا چاہیں تو "عصمت" کو پڑھتی رہیں۔

کنواری لڑکیاں اپنے زمانہ طالبعلمی میں زندگی کے آیندہ حصہ کی تیاری کرنا چاہیں تو "عصمت" سے مفید تر ذریعہ بہت کم ملیگا

بچوں کی مائیں، بچوں کی تربیت اور تعلیم کی ہدایات "عصمت" کے اوراق میں پائینگی

اس رسالہ کی بیشتر مضمون نگار خود عورتیں ہیں۔ جس گھر میں کوئی لڑکی یا عورت خواندہ ہو وہ گھر تو اس رسالے سے خالی نہ رہنا چاہیئے اور مردوں میں جو لوگ تعلیم نسواں کے خواہشمند ہیں اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے اسے ضرور خریدیں اور پڑھیں اور اس مقصد سے اپنی ہمدردی کا عملی ثبوت دیں۔ علاوہ باطنی خوبیوں کے رسالے کا حسن ظاہری بھی بلحاظ اعلیٰ لکھائی چھپائی کاغذ اور رنگین سنہری بیل دہلی سرورق اور ہاف ٹون تصاویر و نقشہ جات کے ذوقہ آرائش کے شایان شان ہے۔ ضخامت ۵۶ صفحے اور چندہ ے روپیہ سالانہ مع محصول ڈاک۔

رسالے کے ظاہری حسن اور خوبیوں کا اندازہ تو اس اشتہار سے کسی قدر ہو سکتا ہے باطنی خوبیوں کے لیے فہرست مضامین جلد اول اور اخبارات کے ریویو وغیرہ ملاحظہ فرمائیے۔

منیجر رسالہ عصمت دہلی کے نام درخواستیں آنی چاہئیں۔

مخزن

سیپ کا گھر

انگلستان کے ساحل بحر کے مشہور قابل سیر مقامات میں ایک مارگیٹ نامی ہے جسمیں یہ تہ خانہ واقع ہے جس کی سب دیواریں سیپ کے بنے ہوئے بیل بوٹوں سے آراستہ ہیں۔ اُن میں سے ایک دیوار کی تصویر بطور نمونہ ہدیۂ ناظرین ہے۔ جس خوبی سے اِس تہ خانہ کے غیر معلوم صناع نے دیواروں پر سیپ اور گھونگے جوڑ جوڑ کر نقش و نگار پیدا کئے ہیں۔ وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ نہ تصویر سے اِس کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے اور نہ الفاظ اِس کا نقشہ کھینچ سکتے ہیں۔ اوائل سنہ ۱۹۰۶ء میں انگلستان سے رخصت ہونے سے پہلے مجھے اِس تہ خانہ کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ صنعت کے اعتبار سے تو یہ سیپ کا گھر بہر حال دلچسپ ہوتا۔ مگر جو چیز مجھے خصوصیت سے دلچسپ معلوم ہوئی۔ وہ اُس کی مشرقیت تھی۔ اِس کی بنا کی ابتدا کے متعلق

مختلف روایات ہیں۔ اور اُن سب کا مختصر ذکر میں کروں گا۔ لیکن مجھے اُن میں سے کوئی اطمینان دہ نہیں معلوم ہوتی۔ جن انگریزوں نے اس تہ خانہ کے حالات لکھے ہیں وہ بھی اس قدر تو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ تہ خانہ اسرار سے خالی نہیں اور اس کی نسبت جو کچھ معلوم ہے اس سے زیادہ ابھی دریافت کرنے کو باقی ہے۔ تاہم یہ کسی نے صاف طور پر نہیں لکھا کہ اسے دیکھکر یہ خیال غیر اغلب نہیں معلوم ہوتا کہ کسی زمانہ میں کسی ایشیائی دستکار کے ہاتھوں سے اِن دیواروں کی آرائش ہوئی ہو تو تعجب نہیں اور اِس قیاس کے صحیح ثابت ہونے سے ممکن ہے کہ اب سے چند صدی پیشتر کے تعلقاتِ انگلستان اور ایشیا کا کچھ پتہ چلے۔ سب سے بڑی خصوصیت اِس تہ خانہ کے گل بوٹوں کی جو اسے انگلستان کے اور تہ خانوں سے ممتاز کرتی ہے۔ بلکہ یورپ کے بعض مشہور تہ خانوں سے بھی جدا رنگ میں دکھاتی ہے۔ وہ سورج مکھی پھول ہیں۔ جو جا بجا اِس کے در و دیوار کی زینت ہیں۔ اور سورج مکھی پھول کو جو تعلق ایشیائی تخیل سے اور ایشیائی مذاہب سے ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ اور یورپ کی اقوام قدیم و جدید کو وہ خصوصیت سورج مکھی سے حاصل نہیں۔

سیپ کے اِس عجیب و غریب گھر کی بنا کی بابت روایات مختلفہ بیان کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان میں جو اور تہ خانہ تاریخی اعتبار سے کم و بیش شہرت رکھتے ہیں۔ اُن کا تھوڑا سا تذکرہ کر دیا جائے۔ ایک تہ خانہ مقام ٹوکنہم کے قریب واقع ہے۔ جسے مشہور انگریزی شاعر الگزانڈر پوپ نے بنایا تھا۔ پوپ ایک نیا باغ بنا رہا تھا اور اسے اپنے پرانے باغ سے ملانے کے لیے اس نے ایک زیر زمین

راستہ اور اسی کے ساتھ ایک تہ خانہ بنایا۔ جس پر اسے بہت ناز تھا۔ اُس نے ۱۷۲۵ء میں اپنے ایک دوست کو خط لکھا جس میں اپنے تہ خانہ کی تعریف لکھی۔ اور اسے یہ بتایا کہ میں نے اسے بہت سادہ وضع میں گھونگوں سے سجایا ہے۔ امتداد زمانہ سے پوپ کا یہ تہ خانہ گو بوسیدہ ہو گیا ہے۔ مگر اب تک موجود ہے اور لوگ اسے دیکھنے جاتے ہیں اٹھارھویں صدی کی ساخت کے دو اور تہ خانے ہیں جو پوپ کے تہ خانہ کے بعد بنے ہیں۔ ان میں سے ایک مقام وِسے برج کے پاس ہے جو ایک وقت میں شاہی عیش گاہ تھا۔ اور رات کو بادشاہ وہاں جا کر داد عیش و تفریح دیا کرتے تھے۔ ڈیوک آف نیوکاسل نے اسے بنوایا تھا اور کہا جاتا ہے کہ چھ لاکھ روپیہ کی لاگت سے تیار ہوا تھا۔

دوسرا اومیلڈن ہوس کہلاتا ہے۔ مگر وہ نہ اتنا بڑا ہے نہ خوبصورت اس کے بعد ۱۷۸۳ء میں جان سکاٹ نامی شاعر نے اپنے باغ میں مقام وِیر کے قریب ایک تہ خانہ بنایا جو اب تک اس کے نام سے مشہور ہے۔ اس کو بھی اس نے سیپ اور گھونگے سے سجایا تھا اسمیں سات کمرے ہیں۔ برسوں اپنے اوقات فرصت میں سفید پتھر کی چٹانوں کی خاراشگافی کیا کرتا تھا اور اس تہ خانہ کے لیے جگہ بناتا تھا ڈاکٹر جانسن جیسے شخص کو بھی جو عموماً خوبصورت چیزوں کی شناخت سے بے بہرہ تھا۔ یہ باغ اور تہ خانہ پسند آیا تھا اور اس نے ایک موقعہ پر یہ کہا کہ سوائے کسی شاعر کے کوئی ایسا باغ نہیں بنا سکتا تھا۔

مارگیٹ کا تہ خانہ ان سب تہ خانوں سے زیادہ خوبصورت اور پر اسرار ہے۔ اسکی بنا رکی ٹھیک تاریخ تو کسی کو معلوم نہیں۔ اس کے دریافت کا

ذکر ۱۸۳۵ء کے ایک اخبار مورخہ ۷ر اگست میں مندرجہ ذیل الفاظ میں درج ہے:-

"مارگیٹ میں ایک وسیع تہ خانہ دریافت ہوا ہے۔ جو پہاڑی کے نیچے دور تک چلا گیا ہے۔ اس میں راستے بنے ہوئے ہیں اور راستوں کی دونوں طرفیں سیپ سے آراستہ ہیں جنمیں طرح طرح کی خوبصورت بیلیں بنی ہوئی ہیں۔ جو بلاشبہ بڑی محنت سے مشعل کی روشنی میں بنائی گئی ہیں۔ یہ جگہ اتفاقیہ طور پر دریافت ہو گئی ہے۔ جس زمین میں یہ تہ خانہ نکلا ہے اس کا مالک کسی ضرورت سے زمین کھدوا رہا تھا۔ کہ یہ تہ خانہ نظر آ گیا"

یہی بیان مستند معلوم ہوتا ہے۔ باقی سب کہانیاں ہیں۔ کوئی تحقیق بات نہیں۔ تاہم جو روایات مروج ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ انگلستان کے قدیم باشندوں کا (جو ڈروئڈ کہلاتے تھے) ایک مندر تھا۔ یہ کسی پرانے زمانے کے بادشاہ کا مقبرہ تھا۔ رومن زمانہ کی یادگار ہے اور اہل روما نے اپنے عہد میں مردوں کے دفن کرنے کے لیے بنایا تھا۔ قدیم ایران کے ایک دیوتا کا مندر تھا۔ پرانے زمانے کے راہبوں کا مسکن تھا۔ ان روایات کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات اس کی نسبت عوام میں مشہور ہیں کوئی کہتا ہے کہ یہ چونے کا بھٹہ تھا جس میں کسی نے بعد کو سیپ جڑ لی۔ دوسرا بتاتا ہے کہ کسی قزاق کا گھر تھا جس میں وہ چھپا رہتا تھا۔ اسی طرح اس کے دریافت ہونے کے متعلق مختلف کہانیاں ہیں بعض کہتے ہیں اتفاق سے ایک اوزار ایک سوراخ میں گرا

اور گم ہوگیا۔ اس کو تلاش کرتے کرتے یہ تہ خانہ مل گیا۔ کوئی کہتا ہے۔ کوئی بلّی کسی راستے سے اس کے اندر گھس گئی تھی۔ جب اسے نکلنے کی راہ نہ ملی اور اس نے دردناک آواز سے میاؤں۔ میاؤں۔ شروع کی۔ جس کا مدعا یہ تھا کہ کوئی اسے نکالے تو اس کی آواز سے اس تہ خانے کا پتہ چلا۔ اسی طرح اس کے بنانے والے کی بابت کئی روائتیں ہیں۔ بعض کے نزدیک ایک سیاح نے اسے بنایا جو الحمرا کو دیکھ کر آیا تھا۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ اس نواح کے ایک مشہور معلم نے اسے بنوایا۔ اور وہ لڑکوں کو سزا کے طور پر اس کے اندر بند کر رکھتا تھا۔ یہ سب باتیں بناوٹی اور غیر محقق ہیں۔ وثوق سے جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہ اسی قدر ہے کہ جس کسی نے بنایا ہے اس نے نہایت درجہ کی محنت اور نہایت درجہ کی کاریگری اس کے بنانے میں صرف کی ہے۔ ایسا سادہ مسالہ۔ اور اس پر ایسی خوبصورت گلکاری۔ اور ایسی حالت میں کہ کام زیر زمین اندھیرے میں صرف چراغ یا مشعل کی روشنی سے کرنا پڑے۔ صبر و تحمل قابل داد اور شوق قابل تحسین ہے۔

جس دن سے دریافت ہوا ہے۔ عجائبات میں شمار کیا جاتا ہے اور جو لوگ مارگیٹ جاتے ہیں وہ اکثر اسے دیکھے بغیر نہیں آتے۔ دروازہ پر چھ پنس دے کر ایک ٹکٹ لینا ہوتا ہے۔ جسے دکھا کر اندر جاتے ہیں۔ دیکھنے والے جس راستے سے داخل ہوتے ہیں وہ کوئی چار فیٹ چوڑا ہے۔ گاس کے دھوئیں سے اور آمد و رفت کی کثرت سے اس راستہ کی چھت کالی اور دیواریں میلی ہو رہی ہیں۔ یہ راستہ کسی قدر پیچ کھاتا ہوا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک محراب تک پہنچتے ہیں۔

اس کے اندر قدم رکھتے ہی سیپ سے آراستہ در و دیوار کی ایک بھول بھلیاں سی پیش نظر ہوتی ہے۔ اور آدمی کو متحیر کر دیتی ہے محرابوں کی صورت چودھویں صدی عیسوی کی تعمیر پر دلالت کرتی ہے۔ سیپ جوڑ جوڑ کر سورج مکھی کے پھولوں کی صورت جابجا پیدا کی گئی ہے۔ ایک آدھ جگہ کھجور کی شاخ بنی ہے جو اہل روما کے مقبروں میں نظر آتی ہے۔ ایک اور موقع پر ایک نہایت خوبصورت گل سوسن بنا ہے جو اوپر جاکر گل نیلوفر کی صورت بن گیا ہے۔ یہ گل سوسن اور گل نیلوفر کا ملاپ مشرق کے علوم باطنی کے ماہروں کے نزدیک خاص معانی رکھتا ہے جس سے اہل مغرب عموماً بے خبر ہیں۔ کبھی کوئی ان پھولوں کے معانی جاننے والا وہاں پہنچے گا تو بتا سکے گا۔ کہ یہ نقش جن کی خوبصورتی کی تعریف ہر کہ ومہ کرتا ہے۔ محض خوبصورت ہی نہیں بلکہ خاص معانی رکھتے ہیں۔ بعض حصے بزنطینی نقش و نگار کے نمونہ پر ہیں۔ غرض جو کچھ بھی ہو اس کی دستکاری انگلستان کے باقی تہ خانوں کی دستکاری سے جدا ہے اور بہت سے قرائن مشرقی دستکاری ہونے کے اس میں موجود ہیں۔ پھولوں کے علاوہ ستاروں کی شکلیں بھی اس تہ خانہ کے در و دیوار پر بنی ہیں جس سے اس خیال کو اور بھی تقویت ہوتی ہے کہ کسی ایسی جماعت کی ساخت ہم دیکھ رہے ہیں جو نجوم قدیم سے واقف تھی اور اس تعمیر میں اپنے عقائد کا اظہار کر رہی تھی۔ ایک اور بات اس نقش و نگار میں قابل ذکر ہے۔ کہ سارے تہ خانے میں کہیں صلیب کا نشان نہیں ہے۔ جس سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ کہ ممکن ہے

یہ تہ خانہ انگلستان میں عیسوی مذہب کے رواج پانے سے پہلے بنا ہو یا عیسوی عہد میں کسی ایسی قوم کے افراد نے بنایا ہو جو مذہب عیسوی کے معتقد نہ تھے ورنہ ایک آدہ نشان صلیب تبرکاً ہی موجود ہوتا +

اگر کبھی اِس تہ خانہ کی بنا کی اصلیت منکشف ہوئی اور یہ مضمون قیاسات کی حد سے نکل کر یقین کے درجہ کو پہنچا۔ تو امید کیجا سکتی ہے۔ کہ یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ سیپ کا خوبصورت گھر انگلستان میں اہل مشرق کی صنعت کی یادگار ہے اور قدیم زمانہ میں بھی مشرق و مغرب کے ممالک کے درمیان آمد و رفت بہت کچھ جاری تھی۔

عبد القادر

نخلاتہ النخل یہ قابل قدر کتاب نواب عزیز جنگ بہادر کی اکیسویں تالیف ہے جسمیں درخت کھجور کے تاریخی حالات تحقیق کیمیائی امراض و علاج پر نہایت مفصل بحث کی ہے۔ امید ہے کہ لایق مولف کی یہ محنت ملک میں قدر و قعت سے دیکھی جائے گی۔ لکھائی چھپائی قابل اطمینان۔ قیمت مجلد ہے، بلا جلد عہ مولف سے عزیز باغ سلطان پورہ۔ حیدرآباد دکن سے مل سکتی ہے۔

سیر شملہ پنڈت ٹھاکر دت صاحب شرما نے اِس کتاب میں شملہ کے مفصل حالات اِس غرض سے تحریر فرمائے ہیں کہ نووارد لوگوں کو سفر و زمانہ قیام میں بہت کچھ مدد دے۔ کتاب بحیثیت مجموعی خاصی ہے اور چند ہدایتیں جو درج ہیں مفید معلوم ہوتی ہیں قیمت ۱عہ۔ مصنف سے ویش اُپکارک اوشدھالیہ لاہور کے پتہ سے ملتی ہے

دلچسپ تحقیق

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جان عالم ہندوستان کے پہلے بادشاہ ہیں جنھوں نے شاعری میں کسی کی شاگردی قبول کرنا ننگ سمجھا۔ لیکن میں نے مولوی سید علی حیدر صاحب نظم کی زبانی (جو دربار شاہی کے خاص ملازم اور شاہزادوں کے معلم رہ چکے ہیں) سُنا ہے کہ بادشاہ فتح الدولہ برق کے شاگرد تھے۔ ناسخ کے طرفدار۔ آتش کی غزلوں کے جواب میں غزلیں کہا کرتے تھے

کہا جاتا ہے کہ نواب معشوق محل۔ نشاط محل۔ اختر محل۔ شاعرہ تھیں۔ حالانکہ ان کا ایک شعر نہ سنا گیا۔ اور اُن محلات کا نام نہ لیا گیا جو بے شک شاعرہ تھیں۔ یعنی نواب محبوب و صدر محل جنھوں نے نظم کی لڑیوں میں موتی پروئے ہیں۔ اور ان کے دیوان طبع بھی ہو چکے ہیں۔ انمیں سے اول الذکر منشی مظفر علی ہنر کی اور ثانی الذکر گلشن الدولہ بہار کی شاگرد تھیں۔ اور ان بیگم صاحبہ نے تو اکثر کیا بہت اشعار بادشاہ کی مدح یا عشق میں کہے ہیں۔ نواب محبوب محل تو نوحے بھی کہتی تھیں۔ اور فن موسیقی سے بھی ماہر تھیں۔

نواب اختر محل شاعرہ تو نہ تھیں مگر فن شعر کا مذاق سلیم رکھتی تھیں۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ شہزادہ مرزا سلیمان جاہ انجم۔ (جنکا دیوان مطبع نولکشور میں طبع ہو چکا ہے اور مولوی نظم صاحب کے شاگرد تھے) ان کی نسبت مولوی صاحب یہ فرماتے کہ وقت اصلاح میں صرف استاد کا خیال رکھتا تھا کہ کوئی واضح غلطی نہ رہے) نواب اختر محل کے سلام کیلئے گئے۔ بیگم نے فرمائش کی کہ کوئی غزل کہی ہو تو گاؤ۔ شہزادے کے پاس اُسوقت ہاں کی طرح۔ مہمان کیطرح کے قافیہ ردیف والی غزل موجود تھی جو انھوں نے تازہ کہی تھی۔ اسکو جیب سے نکال کر وہ گانے لگے جب اس شعر پر پہونچے

دم مرا نکلا ترے وعدے کے ساتھ تیری گھبرائی ہوئی ہاں کی طرح

تو بیگم نے سنکر فرمایا۔ کیا اوس نے گھبرا کے کہا تھا کہ ہاں پھر فرمایا یوں پڑھیے (تیری شرمائی ہوئی ہاں کیطرح) مولانا نظم فرماتے تھے کہ اس کے بعد شاہزادے جب مجھ سے ملے تو کہنے لگے حضرت آپنے ہماری۔ ہاں کی طرح۔ والی غزل دیکھ لی تھی آج امّی جان کو میں نے وہ غزل سنائی تو اونہوں نے اصلاح دیدی اور مجھے شرمندہ

شیخ علی حزین

گذشتہ اشاعت سے آگے

خونش بر تیغ حسرت یارب حلال بادا
صیدے کہ از کمندت آزاد رفتہ باشد

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشتِ خاک جانم بر باد رفتہ باشد

دوسرا شعر زبان زدعام ہے رشک کا مضمون شاید ہی کسی شاعر نے اس سے بہتر باندھا ہو۔

زبان گر بکنفس خامُش کنم دل می کند یادت
گر از یادت دمے غافل شوم الندل زبان بجید

بیرحم ترست غمزہ امروز
گویا رحمش بجالم آمد

نزاکت معنی ستایش طلب ہے۔

ز بیقراری ہجراں رسد نوید وصالم
در امید بود دیدہ کہ خواب ندارد

بماد او دو کسے زان قبلہ ابرو بگرداند
کہ کافر میشود از قبلہ ہر کس رو بگرداند

مطلع بر جستگی قافیہ کی وجہ سے بہت دلنشین نظر آتا ہے۔ اسی زمین میں کسی اور شاعر کا ایک مطلع ہے وہ بھی خوب ہے ؎

نمی گویم کہ آتش رنگ یا گل بو بگرداند
الٰہی آن گلِ آتش طبیعت خو بگرداند

حزیں کا قافیہ "خو" کا ملاحظہ ہو ؎

بزعمِ عاشقاں تا کے کند یا بوالہوس گرمے | الٰہی خوی او را عشق آتش خو بگرداند
دریں وادی بحسرت موم و چشم از صبا دارم | کہ گردم را بگرد کعبۂ آں کو بگرداند
حزیں افسردہ آہنگ گلزار محبت کن | مزاج شعلہ را آب ہوائے او بگرداند

مژدۂ تردستیِ فرہاد رسید آخر کار | بازوی تیشہ بفریاد رسید آخر کار

مضمون نازک ہے اور دوسرا مصرعہ خصوصاً بہت نفیس ہے۔ میرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ کا ایک شعر اسی قبیل کا ہے ؎

ہنر در کار باید عشق را چوں پا بسنگ آمد | دریں رہ تیشہ باید کہ دست کوہکن گیرد

عشق آشنا شد شمع بطرز طبع ہوا خواہش نگر | محو ادا در مے با سوختن آتش ہمیں آہش نگر
زلف کند امیں جبیں وا رد گرفتارش چنیں | بیتابی شانش ہمیں آہ سحرگاہش نگر

غالب کے دو شعر اس زمین میں ملاحظہ ہوں ؎

برقے کہ جاں ہا سوختی دل از جفائش ہمچنیں | شوخی کہ خوں ہا ریختی دست از حنا پاکش نگر
ہا خوبی چشم و دلش ہا گرمی آب و گلش | چشم گہر بارش ہمیں آہ شرر ناکش نگر

مولانا نظیری نیشاپوری کا مطلع قابلِ دید ہے۔ فرماتے ہیں ؎

چشمش پرآبے میرود مژگانِ نمناکش نگر | در سینہ دارد آتشی پیراہن چاکش نگر

چہ لذت بود از قاتل حزیں نیم بسمل را[1] | کہ در خوں می تپید و آفریں میگفت بر دستش

غالب کا شعر شیخ کے شعر سے دست و گریباں ہے ؎

---

[1] یعنی معشوق من ۱۲

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
کہ مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

بحل کردم اگر خونِ من از بیگانگی ریزی
کہ پاسِ آشنائی بر تو دشوار است میدانم

باندک شیوۂ دل استمالے نتواں کردن
ترحم گر نخواہی کرد گوشے کن بفریادم

دل دادہ پیامے کہ زباں محرمِ آن نیست
خواہد بتو گفتن لبِ خاموش نگاہم

دلبسا طِ من دلدادۂ دیدار پرست
دیدہ بود کہ بر روئے تو حیراں کردم
گبر دیرینۂ عشقم چہ شد ار قدر م نیست
عمر با خدمتِ آں آتش سوزاں کردم

عمر رفت و سفرِ عشق بآخر نرسید
گریہ آغاز بنا کامی انجام کنیم

مولانا نظیری فرماتے ہیں ؎
فریاد کہ طے گشت رہِ عمر نظیری
این جان الم دیدہ بجانان نرسیدہ

بسکہ سودیم در آزادی از افسوس بہم
ہست باے کہ نثارِ قدمِ دام کنیم

دیروز حرص از مے وصلش دل و جان خستہ
امروز زمحرومئ دیدار خراب‌ام

یعنی بالفاظ دیگر ؎
دوگونہ رنج و عذابست جانِ مجنون را
بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلےٰ

بگزار ریزد آزاد کیش خون | صیدے کہ آموخت از دام جستن
درراہ عشقت کار حزین است | از خویش رفتن بیخود نشستن۔

چہ خوش است با خیال تو نہفتہ راز کردن | بزبان بیزبانی سرِ شکوہ باز کردن

یہ زمین بھی استادوں کی ہے۔ شانی تکلو کا مطلع ملاحظہ ہو ؎

چہ خوش است با دو زلفت سرِ شکوہ باز کردن | گلہ ہائے روزِ ہجراں بشبِ دراز کردن

مولانا نظیری کا مطلع ہے ؎

چہ خوش است از دو یکدل سرِ حرف باز کردن | سخن گزشتہ گفتن گلہ را دراز کردن

غالب کا مطلع ہے ؎

تو اگر بجد گرفتی ز من احتراز کردن | نتواں گرفت از من بگزشتہ ناز کردن

شیخ فرماتے ہیں ؎

بنوہ بہار روئے را بر خار خشک فرقے | دمِ عیش اندانم ز غمم امتیاز کردن

امتیاز کا قافیہ مولانا نظیری کا حصہ ہے۔ کہتے ہیں ؎

بجاں گرفتہ جا بمیان جانِ شیریں | کہ تواں ترا و جاں را ز ہم امتیاز کردن

اور مقطع نظیری کا تو مشہور ہے ؎

تو بخویشتن چہ کردی کہ بما کنی نظیری | بخدا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

خسرو کا احتراز کا قافیہ بھی خوب بندھا ہے ؎

بجفات دل نہادم بکن انچہ میتوانی | چہ کنم نمے توانم ز تو احتراز کردن

تا چند حزیں بدشت گردی | اے خانہ خراب خانہ ات کو

کو قدر غم پروردگی کو مزد دیرین بندگی لطفے کہ با من کردہ با گبر و ترسا کردہ

ز عاشق شکوہ جز مہر ورزیدن نمی دانی! عبث رنجیدہ اسباب رنجیدن نمی دانی!

ہجر در دامن دل ریختہ خار عجبے گلبن حسرت ما کردہ بہار عجبے

ترسم رود ز یاد تو یکبارہ نام ما از کین ما مکن دل نامہربان تہی

کہتا ہے کہ مجھ سے تجھکو محبت تو کیسی کچھہ ہے ہاں تھوڑی سی عداوت ضرور ہے سو خدا کے واسطے اِس عداوت کو ترک نکر مجھکو اندیشہ ہے کہ میرا خیال بالکل تیرے دل سے نکل جائے گا۔ اسی قبیل کا مضمون غالب کے ہاں بھی بندھا ہے۔ ع

عرصہ بر الفتِ اغیار چہ تنگ آمدہ است خوش فرورفتہ بطبع تو خوش کینۂ ما

یعنی خوش ہوں کہ تیرے دل میں میری طرف سے کینہ یہاں تک ہے کہ الفت اغیار کی بھی گنجائش نہیں رہی۔

خرّمیں از مردم بیغم دلِ افسردہ دارم بقربانِ سرے گردم کہ دارد شور سودائے

نگذاشت نے بہوشم از نالۂ رسائے بیگانہ ام ز خود کرد آواز آشنائے

مست کردینے والا شعر ہے۔

دامن کشاں گزر کر دیار از سر مزارم اے نالہ ہائے موئے اے گریہ ہائے ہائے

میگرفتیم بجانان سر راہے گاہے | او ہم از لطف نہاں داشت نگاہے گاہے

یہ شعر اس غزل کا ہے جو غالباً شیخ نے ہند میں کہی تھی اور جسکا چرچا ہر طرف تھا۔ اکثر شعرائے ریختہ گو نے اُردو غزلیں اسی زمین میں کہی ہیں چنانچہ جراءت کا مطلع مشہور ہے ؎

سر سری اُنسے ملاقات ہے گاہے گاہے | بزم اغیار میں گاہے سر راہے گاہے

سخت آزردہ ام از خاطر افسردہ خویش | کاش اگر عشق نبودے ہوسے داشتمے

سر برہمن ندارد دل بیوفاش نازم | صنمے کہ از دلم برد ہوس خدا پرستی

مولانا نظیری فرماتے ہیں ؎

کمر در خدمت عمر لیست می بندم بتشویق قدرم | برہمن می شدم گراینہمہ زنارہے بستم

نمی آموزمت منع از نگاہ دشمناں کردن | خدا ناکردہ می ترسم کہ چشم از دوستاں بندی

یہ شعر پُرشور عاشقانہ رنگ میں ڈوبا ہوا ہے اور عرفی کے مشہور شعر کے انداز پر ہے گو مضمون جدا ہے شعر عرفی ؎

ز دیدار تو دلشادند باہم دوستان تو | تراہم شادماں خواہم چو روئے دوستاں بینی

من سرگشتہ دور از کوئی جاناں باکہ در سازم | دل آنجا دلبر آنجا مطلب آنجا مدعا آنجا

دامن فشاند و شمع مزارم بیاد داشت | گویا ہماں شکایت عاشق بیاد داشت

نوازش از غمِ جاناں زمن قالب تہی کردن | چو صاحب خانہ آید باید م منزل کنم خالی

(۳) زورِ کلام کے نمونے

شیخ کی غزل میں زیادہ تر سوز و گداز ہوتا ہے اور اُس قسم کا زورِ کلام جیساکہ ظہوری، عرفی، طالب، اور غالب کے ہاں کثرت سے ہے۔ کم نظر آتا ہے۔ مگر پھر بھی مثالیں دکھائی دیتی ہیں اور خود شیخ کا سوز و گداز ہی ایک قسم کا زورِ کلام میں پیدا کر دیتا ہے۔

بسر گسترده دارد ظلِ عالی خیلِ نازش را | مخلّا باد یارب سایہ مژگانِ درازش را

مخلّا باد یعنی مبارک باد۔ کہتا ہے کہ خدا اُسکی مژہ دراز کی عمر دراز کرے کیونکہ وہ اُس کے خیلِ ناز یعنی چشمِ عشوہ ساز پر جو کرشمہ و انداز کے لیے مخصوص ہے سایہ کئے ہے۔

صباحِ وصلِ تو کوتاہ قیامت انگیزم | بسینہ حشر کنم داغہائے پنہاں را

درعشق دل از کوثر و رضواں چہ کشاید | از دوست تسلّی نتواں گشت بہ اینہا

میرزا غالب فرماتے ہیں ؎

دونوں جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا | یاں آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں

نگاہِ نازِ اُو فہمید رازِ سینہ جوشے را | رساند آخر بجائے عشق فریادِ خموشے را

"فریادِ خموشی" قابل توجہ ہے۔

زہم گر بگسلد شیرازۂ دفتر بہاراں را | ورق گرداندن برگِ خزاں ہم دیدنی دارد

یعنی خزاں بھی لطف سے خالی نہیں ہے۔ غالب کا شعر ملاحظہ ہو ؎

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق — نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

زہر غم ہجر تو بجان کار گر افتاد — اُمید وصالِ تو بعمر دگر افتاد

شیخ کا یہ مطلع زور میں برجستگی میں درد میں حسنِ بیان میں جسمیں کہیے بے مثال ہے۔ کسی کی طاقت نہیں کہ ایسا مطلع پھر اس زمین میں نکال سکے۔ اِس شعر کی خوبی کی اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ فخانیٔ ہند ملک الشعراء میر تقی نے اُسکو قابل تضمین سمجھا۔ فرماتے ہیں ؎

روز ہجر نہوئی رات ملاقات کی آخر — دوری ہی میں طاقت نہ رہی بات کی آخر

زہر غم ہجر تو بجاں کار گر افتاد — اُمید وصالِ تو بعمر دگر افتاد

غرور ناز با کوہِ تحمل بر نمے آید — بخود داریٔ من سیل تغافل بر نمے آید

مضمون یہ ہے کہ وہ ہزار غرور کرے یا تغافل برتے بندے کا پاؤں نہیں لڑکھڑاتا۔

تا بے بسر زلف زدو طرہ بخم داد — اسباب پریشانیٔ ما دست بہم داد

برجستگیٔ قافیہ نے اس شعر کو پُر زور بنا دیا ہے۔ ؎

بناقص فطرتاں بخشیدہ ام دنیا و عقبیٰ را — گدائے کوئے عشقم ہمت مردانہ دارم

زجاناں میگریزم شوق استغنا تماشا کن! — بہجراں می ستیزم خوئی بیباکانہ دارم

اِن دو شعروں میں اپنی طبیعت کی آزادی۔ اور بے پروائی

دکھائی ہے۔

دلِ نامہربانت کینۂ عاشق چرا دارد اگر رسم وفا عیب است، از عالم براندازم

از چارہ سازی دلِ خود عاجزم حزیں کارِ مرا بجُود مگزارد خدائے من!

دریں قحط الرجال آوازہ دارد خاکِ خاموشاں بجز سنگِ مزار امروز نبود صاحب نامے
یعنے لوگ چلے گئے اب اگر کہیں صاحب نام ہیں تو اِن کے مزاروں کے تختے ہیں جنپر اِن کے نام کندہ ہیں۔

چنداتش خوشیم کہ دوا چہ کند بہ بیقراریٔ من صبر بنوا چہ کند
حزیں سوختہ دل میٔ محبت جاں زمانہ عہد شکن، یار بیوفا، چہ کند؟

حزیں از ہمت مردانہ دارد شرمساریہا اگر دریا و کاں در دامنِ سائل کنم خالی
یعنے اسقدر دے دینے پر بھی حوصلۂ داد و دہش باقی رہجاتا ہے۔
اپنی بلند ہمتی کیطرف اشارہ ہے۔

---

(۴) رنگین کلامی کی مثالیں

تا بادِ صبا بوی ترا در چمن آورد برداشتہ ہر شاخ گلے دست دعارا
راقم نے ریختے میں اِس مضموں کو یوں باندھا ہے ؎
وہ آئے صبح گلشن میں بہارِ جانفزا ہوکر اُٹھی بیساختہ ہر شاخِ گل دستِ دعا ہوکر

صبا می کرد قسمت گر دے از کوئی تو در گلشن گل از من بیشتر وا کرد آغوش تمنا را!

تہی دستیم ساقی ہمتے در کار مے باید زبرق بادہ روشن ساز شام بینوائی را

دوسرا مصرعہ کسقدر رنگین واقع ہوا ہے۔

شلائیں گرسش مست شراب آلودہ را ماند نگاہ ناز او مژگان خواب آلودہ را ماند

کتان طاقتم را پردہ داری میکند جنبش رخش و شام خط ماہ سحاب آلودہ را ماند

اللہ اللہ کیا رنگین بیانی ہے۔ کہتا ہے کہ میری طاقت تو کب کی پرواز ہو گئی ہوتی جس طرح مہتاب کے آگے کتان کا نقشہ ہو جاتا ہے لیکن خود تیرا حسن میری حفاظت کرتا رہتا ہے۔ یعنی رخ تو تیرا ماہتاب ہے مگر خط مانند سحاب اس کے ضو کو روکے ہوئے ہے ورنہ میری ذات جو کتان کی صفت رکھتی ہے فنا ہو جاتی۔ اسی مضمون کا ایک شعر غالب کے ہاں ہے ؎

نہ لیوے گر خس جوہر طراوت سبزہ خط سے لگاوے خانہ آئینہ میں روے نگار آتش

یعنی جب تو اپنا جمال آئینہ میں دیکھتا ہے تو جوہر آئینہ تیرے سبزۂ خط سے طراوت کسب کرتا ہے۔ ورنہ غریب آئینہ کی بساط ہی کیا؟ تیرا جمال تو وہ ہے کہ ایک دم میں اسکو پھونکدے۔

گرہ از بسکہ در دل گریۂ طوفان نسب دارم نفس در سینہ ام سیل شتاب آلودہ را ماند

"گریۂ طوفان نسب" شیخ کی ترکیب خاص ہے۔

اے روے ترا موج عرق آئینہ سازے آئینہ ز عکس تو پریخانۂ نازے

یعنی عرق تیرے رخ کو آئینہ بنائے ہوئے ہے۔ اور یہ تشبیہ نہایت

خوبصورت ہے کیونکہ آئینہ تابِ نفس سے عرق آلودہ ہو جاتا ہے۔ پھر شیخ فرماتے ہیں کہ یہ عرق آلودہ رخ وجبیں لیکر (جو خود آئینہ کی صورت ہے) جب تو آئینہ سامنے رکھ لیتا ہے تو آئینہ گویا پر یخانۂ ناز ہو جاتا ہے۔ سوداؔ کا شعر ہے ؎

آئینہ خانے میں وہ جسوقت آن بیٹھے ۔۔۔ پھر جسطرف کو دیکھا جلوہ تھا واں پری کا

شیخ کا شعر لطافت معنی میں سوداؔ کے شعر سے کہیں بڑھا ہوا ہے

---

(۵) لطافت و نزاکتِ معنی و معنی آفرینی

چند شعر شیخ کے دیوان سے ایسے درج کیے جاتے ہیں جو لطافت و نزاکت معنی یا معنی آفرینی کے نمونے ہیں۔ جب تک معنی آفرینی کی کوشش نہو شاعری عبث ہے اور جب معنی میں لطافت و نزاکت نہو تو شعر شعر نہیں ہے۔ بہت کم شعرا اس بات کا خیال رکھتے ہیں اور یہ بات بھی ایسی ہے کہ کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اِس کے لیے نہایت نازک طبعیت درکار ہے ؎

حُسن فروغ شمع سخن دور ہے اسدؔ ۔۔۔ پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

مرزا غالبؔ کے فروغ کا باعث اُن کی معنی آفرینی ہے اُن کے کلام میں ہمکو وہ بات ملتی ہے جو اور کہیں نظر نہیں آتی۔ عرفیؔ۔ ظہوریؔ طالبؔ اعلیٰ درجے کے معنی آفریں گزرے ہیں اور لطافت معنی اُنکے کلام میں بیشتر پائی جاتی ہے۔ اب حزیںؔ کی معنی پروری ملاحظہ ہو۔

باشد رگ ہر برگِ چمن دامِ ہوسہا ۔۔۔ رشک است بآزادیٔ مرغانِ قفس ہا

یعنی آزادی میں گرفتاری ہے اور گرفتاری میں آزادی۔ شاعر

استعارے میں ادا کرتا ہے کہ ہر برگ گل بلبل کے لیئے چمن میں دام ہوس ہے مطلب یہ ہے کہ ہر ہر قدم پر غریب گرفتار ہوتی ہے۔ رشک آتا ہے تو مرغ گرفتار پر آتا ہے جو قید ہو کر غم سے آزاد ہے۔ حکیم مومن خان دہلوی فرماتے ہیں ؎

کہاں وہ عیشِ اسیری کہاں وہ امنِ قفس ہے بیمِ برق بلا روز آشیاں کے لیئے

حیرت ہم از تحمل دیدار عاجز است از عارض تو آئینہ چشمِ پُر آب داشت

یعنے تیرا جمال تو عالم ہوشیاری میں کون دیکھ سکتا ہے حیران ہو کر رہجایئے تو بھی کام نہیں چلتا۔ آئینہ گو حیرت کے ساتھ تیرا نگراں ہوا تھا پھر بھی دیدار کی تاب نہ لایا اور عاجزی سے اسکی آنکھیں پُر آب ہو گئیں آنکھیں پُر آب ہو جانے سے اشارہ ہے آئینے کا نفس سے عرق آلودہ ہو جانا۔

تو آمدی و من از خویش منفعل ماندم نثار راہ تو جاں داشتم حیا نگذاشت

یعنے ارادہ تو تھا کہ تجھپر جان فدا کروں مگر شرم آنے لگی کہ یہ جان بھلا کس قابل ہے کہ تجھپر فدا کی جائے۔

دوش از برم چو رفتی آگہ نگشتم - آرے عمری و رفتن تو آواز پا ندارد

کیا اچھی تشبیہ دی ہے۔ کہتا ہے کہ تو جو کل میرے پہلو سے کھسک کر چلدیا تو مجھ حواس باختہ کو خبر نہوئی اور ہوتی بھی کیونکر جب تو میری عمر ہے اور عمر کی رفتار آواز نہیں کرتی۔

(باقی آیندہ)

رضا علی وحشت۔

حکیم بیاس

قدیم حکمار کے دلچسپ اور نتیجہ خیز حالات کا یہ سلسلہ جسے مولوی محمد خلیل الرحمن صاحب نے شروع کیا ہے۔ اور جس میں حکیم طالیس اور حکیم بنیا قوس کا بیان شایع ہو چکا ہے۔ سید عبد اللہ آفندی مصری کی تاریخ الفلاسفہ سے لیا گیا ہے۔ اور سید عبد اللہ کی کتاب اصل میں فرانسیسی زبان کی ایک مشہور کتاب کا ترجمہ ہے۔ مولوی محمد خلیل الرحمن صاحب جنہوں نے عربی سے یہ ترجمہ کر کے ہمیں دیا ہے تالیف و ترجمہ میں مہارت خاص رکھتے ہیں۔ ان کے تراجم میں تاریخ الخلفار سیوطی اور تالیفات میں زبدۃ تصنیف نامہ قابل ذکر ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ یہ مضامین مقبول ہوں گے اور بالآخر انہیں جمع کر کے کتاب کی صورت میں شایع کرنے کی ضرورت پڑے گی۔

یہ حکیم مبنیا قوس کا ہم عصر تھا شاہ ملیاطس اور اکریسوس کا اس نے زمانہ پایا تھا*

حکیم بیاس ممالک کاریا کے ایک چھوٹے سے شہر موسومہ ابریت کا رہنے والا تھا۔ تمام ملک یونان میں اس حکیم نے بڑی شہرت پائی تھی جو اسکے مرنے تک قایم رہی۔ اپنے وطن کے بڑے آدمیوں میں سے تھا۔ تمام علوم میں اوسکو دخل تھا۔ صاحب تدبیر و ادیب تھا۔ باوجود اس کے کہ متمول آدمی تھا مگر نہایت تنگی کے ساتھ عمر بسر کی کیونکہ اپنا بخیتر مال محتاجین و عشیرہ بار کی امداد میں خرچ کر دیتا تھا۔ اپنے زمانہ کا سب سے بڑا

خطیب تھا فقرا و مساکین کا بڑا حامی تھا اور ہمیشہ صرف اِس لئے کہ وطن کی ناموری و شہرت قایم رہے۔ تاوقتیکہ کسی امر کے حق ہونے کا اوسکو یقین نہو وہ اُس میں دخل نہیں دیتا تھا۔ اور اسمیں ضرب المثل ہوگیا تھا۔

شہر مسینہ کے پاس لٹیروں نے کشتیاں لوٹ لیں۔ اور چند لڑکیاں گرفتار کر کے فروخت کرنے کو نکلے۔ حکیم بیاس نے منہ مانگی قیمت دے کر اون لڑکیوں کو خرید لیا اور اپنی اولاد سے زیادہ اُن کی خاطر و مدارات کی اور پھر کچھہ تحفہ تحائف دے کر اُن کو اُن کے والدین کے پاس بھیج دیا۔ اس واقعہ نے حکیم بیاس کی شہرت کو اور بھی چار چاند لگا دیے اور ممالک روم میں بھی وہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ اور باتفاق رائے لوگوں نے اُسکو امیر الحکمار کا خطاب دیا۔

ایک مدت کے بعد یہ اتفاق ہوا کہ شہر مسینہ کے مچھیروں نے ایک مچھلی پکڑی۔ اُسکے پیٹ میں سے ایک سونے کا بنا ہوا برتن نکلا جس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ امانت اعظم الحکمار کو دی جائے۔ شہر کے تمام قاضیوں نے آپسمیں مشورہ کیا۔ اور مقدم الذکر لڑکیوں نے اپنے والدین سے کہا اس وقت سوا بیاس کے اور کوئی شخص اعظم الحکمار نہیں ہوسکتا۔ اور یہہ برتن اُسی کا حق ہے۔ تمام نے اس رائے سے اتفاق کیا اور وہ برتن حکیم بیاس کے پاس بھیج دیا گیا۔ حکیم مذکور نے اُس برتن اور اُسکی تحریر کو پڑھ کر کہا کہ میں اِس کا اہل نہیں ہوں۔ بلکہ اس کا مستحق ادبولون یعنے بت آفتاب ہے۔ کیونکہ وہی اعظم الحکمار ہے۔ بعض کا گمان ہے کہ یہ برتن وہی تین پایوں کی کرسی ہے جسکا مذکور حکیم طالیس کے حالات میں آچکا ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہہ حکایت ہی اختراعی ہے خواہ تین پایوں کی کرسی ہو۔ یا

یا سونے کا برتن۔

شاہ ہلیاطس والی شہر لودیا نے تمام یونان کے شہر جو بلاد ایشیا میں واقع ہیں خراب کرکے شہر بریانہ کا محاصرہ کیا۔ حکیم بیاس اُس وقت شہر مذکور میں قاضی القضاۃ تھا۔ مدتوں وہ بادشاہ کا مقابلہ کرتا رہا۔ لیکن شاہ ہلیاطس بھی اپنا مقصود حاصل کرنے پر اس درجہ مصمم تھا کہ اُس نے اپنی تمام کوشش اِس شہر کے فتح کرنے پر خرچ کردی۔ اور اہل شہر بھی قحط کیوجہ سے پریشان ہوگئے۔ انہوں نے یہہ حیلہ کیا کہ دو خچروں کو خوب کھلایا پلایا اور اُنکو موٹا تازہ کرکے محاصرین کے لشکر کی طرف ہانک دیا تاکہ وہ اِن کو دیکھکر یہ خیال کریں کہ محصور رسائی سے مغلوب ہونیوالے نہیں ہیں۔ اور ابھی اُن کے پاس آذوقہ بہت ہے۔

جو آدمی کہ پوشیدہ طور پر اِن خچروں کے پیچھے گیا تھا اُس کی زبانی معلوم ہوا کہ یہہ حیلہ کارگر ہوا۔ لیکن بیاس نے جو اِس حیلہ کا بانی مبانی تھا یہ خیال کیا کہ شاہ ہلیاطس ضرور اس امر کی تصدیق کرے گا۔ اس لئے اس نے بڑے بڑے گڑھے کھدوا کر اُن کو مٹی سے بھروادیا۔ اور اوپر غلہ ڈلوادیا۔ تاکہ جو جاسوس آئیں وہ دیکھہ کر سمجھہ لیں کہ اِن گڑھوں (یا کھتیوں) میں غلہ بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہلیاطس کو محاصرہ اُٹھا لینا۔ اہل شہر سے صلح کرلینی اور معاہدہ کرلینا پڑا۔ شاہ ہلیاطس نے نہایت اشتیاق کے ساتھہ حکیم بیاس کو بلوا کر اپنا لشکر دکھلانا چاہا۔ مگر بیاس نے کہلا بھیجا کہ "میں اِس شہر سے باہر نہ نکلونگا۔ مگر تمھیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم پیاز کھاکر عمر ہا کی طرح اپنا گذر کرو۔ اور باقی عمر اس شہر کے فتح نہ کرسکنے کا تاسف کرو۔"

حکیم بیاس کو نظم سے نہایت ذوق تھا - اور ایک ہزار شعر کا قصیدہ نظم کیا تھا جس میں بہت سے اقوال حکمت بیان کیے تھے جو ہر شخص کے لیئے مفید تھے - اور جن پر عمل کرنے سے آرام کے ساتھ آدمی زندگی بسر کرسکتا تھا - اوسی میں ایسی تدبیریں تھیں جو ایام جنگ و صلح میں نہایت کارآمد ہوئیں -

حکیم بیاس کے بعض اقوال مملو رحکمت یہ ہیں :-

اظہار تفاخر سے کبھی خیر نہیں ہوتی - دوستوں کی محبت قایم رکھو مگر اون سے ڈرتے رہو - کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ تمھارے دشمن ہوجائیں گے - تمہیں اپنے دشمنوں سے بھی احتیاط لازمی ہے - کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ آخر کار تمھارے دوست ہوجاتے ہیں - اپنی مصاحبت کے لیئے ایسے لوگ انتخاب کرو کہ جو قابلیت مصاحبت رکھتے ہوں - ہر شخص کی قدر اوسکی وجہ کے موافق کرو - ایسے شخص کی پیروی کرو کہ جسکی پیروی کرنا تمھارے لیئے باعث فخر ہو - اچھی طرح سمجھ لو کہ دوستونکی نیکی اور صلاح تمھاری حسن شہرت کی مددگار ہوتی ہے - کلام میں جلدی نکرو - کیونکہ یہ فعل غصہ اور جنون پر دلالت کرتا ہے - لڑکپن میں علوم حاصل کرو تاکہ وہ تمھارے بڑھاپے میں کام آئیں - ایسی نیکی کرو کہ وہ آخر کار تمھارے فخر کا باعث ہوسکے - غصہ اور جلدی اطمینان کے دشمن ہیں - اہل صلاح بہت کم ہیں - اور اشرار اور دیوانے دنیا میں بہت زیادہ ہیں - وعدہ کی ایفا میں کبھی قصور نکرنا اور اوسکو پورے طور پر نباہنا - خدا کا شکر اپنے مقدور بھر کرو اور اوسکی حمد ہر شخص پر واجب ہے - اپنے دوستونکو تکلیف میں نہ ڈالو - تمھارے لیئے بہتر یہ ہے کہ تم اون کو مجبور کر کے

کچھ دو نہ یہ کہ مجبور کر کے اون سے کچھ لو۔ اُن کو ایسی تکلیف نہ دو کہ وہ برداشت نہ کر سکیں جس کام کے کرنے کا ارادہ کرو اُسپر اپنی تمام ہمت صرف کر دو۔ کسی شخص کو اوس کے تمول کی وجہ سے یاد نہ کرو بلکہ اُس کے صفات حمیدہ کی وجہ سے تمھیں چاہیئے کہ ہر وقت اسپر یقین رکھو کہ موت سے کہیں پناہ نہیں ہے۔ اور زندگی ابدی کی کوئی سبیل نہیں ہے عافیت خدا تعالیٰ کی عطیہ نعمت ہے۔ تمول ایک امر اتفاقی ہے۔ حکمت ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جو انسان کو اپنی ذات اور اپنے اہلِ وطن کے اصلاح پر قادر کرتی ہے۔ حیلہ یا فریب عقل کے مرضوں میں سے ایک مرض ہے کسی نے پوچھا کہ انسان کے لیے کیا چیز آسان ہے؟ کہا کہ اکتساب پوچھا کہ کون بوجھ ایسا ہے کہ جس کا نفس متحمل نہیں ہوتا؟ کہا کہ امیری کے بعد فقیری کا۔ کہا کرتا تھا کہ وہ شخص سب سے زیادہ فقیر و محتاج ہے کہ جسپر کوئی مصیبت پڑے اور وہ اوس پر صبر نہ کر سکے۔

ایک مرتبہ حکیم بیاس ایک کشتی میں تھا کہ جس میں بہت سے بُت پرست بھی سوار تھے۔ اتفاق سے طوفان آیا۔ اور کشتی قریب غرق کے ہوگئی بُت پرست لگے اپنے بتوں سے دُعائیں مانگنے۔ حکیم بیاس نے کہا کہ ذرا چپ رہو۔؟ اگر کہیں تمھارے خداؤں کو معلوم ہو جائے کہ تم ایسی مخدوش حالت میں ہو تو وہ فوراً تمھاری کشتی کو غرق کر دیں گے اور ہم سب کے سب مر جائیں گے۔

ایک مشرک نے اُس سے سوال کیا کہ اصلی دلیل کیا ہے کہ انسان کو خدائے واحد کی عبادت کرنی چاہیئے؟ حکیم بیاس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس شخص نے سختی سے پوچھا کہ جواب کیوں نہیں دیتے؟ حکیم نے جواب دیا

کہ تم ایسا سوال کرتے ہو کہ جس سے تمھیں کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیئے تمھارے سوال کا کوئی جواب میرے پاس نہیں ہے۔

حکیم بیاس کہا کرتا تھا کہ میں بہ نسبت اپنے دوستوں کے دشمنوں کے معاملات میں فیصلہ کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ جس دشمن کے موافق میں فیصلہ کرونگا۔ وہ مجھسے راضی ہوکر میرا دوست بن جائے گا۔ اور جس دوست کے موافق میں فیصلہ کرونگا اوس کا فریق مخالف (جو میرا دوست ہوگا) میرا دشمن بن جائے گا۔

ایک مرتبہ حکیم بیاس سخت مشکل میں گرفتار ہوگیا۔ کیونکہ اوس کے ایک نہایت عزیز دوست نے ایسا جرم کیا تھا کہ جسکی سزا قانوناً موت تھی۔ آخر جب حکم سنانے کا وقت آیا تو وہ رونے لگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس گریہ و بکا کا کیا موقعہ ہے اسوقت یا تو اس شخص کے قتل کا حکم دو یا اوسکو رہا کردو۔ حکیم نے کہا کہ مجھے اس لئے رونا آتا ہے کہ جبلت تو اس کی مقتضی ہے کہ میں اُس شخص پر شفقت کروں جو گردش زمانہ میں گرفتار ہوگیا ہے۔ اور از روئے قانون مجھپر یہ فرض ہے کہ میں طبیعت انسانی کے خلاف کام کروں۔

جو چیزیں کہ تمول کا باعث ہیں اُن کو حکیم بیاس اچھی چیزیں نہ سمجھا کرتا تھا۔ اُس کا قول ہے کہ مال حفظ نفس کے لیئے ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ انسان اُس سے مستغنی ہو جائے۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ زائل ہو جانے والی چیز ہے۔ وہ بلا خیال اس امر کے کہ کوئی چھوٹا ہے یا بڑا ہمیشہ ایسی باتوں کی ہدایت کیا کرتا تھا کہ جو اُن کی لئے فائدہ مند ہوں۔

جن دنوں کہ شہر بریانہ کو شاہ ہلیاٹس نے محصور کر رکھا تھا ہر شخص ایسی چیزوں کے اوٹھا لیجانے کی فکر میں تھا کہ جو اُن کو عزیز نہیں۔ یہانتک کہ

شہر بھر میں سوا حکیم بیاس کے کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ جو سخت گھبراہٹ اور اپنے جان ومال کے بچاؤ کے فکر میں نہ گرفتار ہو۔ ایک حکیم تھا کہ اس طرح بے فکر تھا کہ گویا کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہی نہیں۔ کسی نے اُس سے کہا کہ دوسروں کی طرح تم بھی اپنا فکر کرو۔ اس نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ کوئی چیز مرتے وقت میرے کام آنے والی نہیں ہے۔ اِس لئے مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ پھر فکر واضطراب سے کیا حاصل؟

ایک واقعہ آخر عمر میں ایسا گزرا کہ جس نے اُسکے رشتۂ حیات کو کاٹ دیا۔ بیاس اِس وقت بہت ہی ضعیف العمر نشست و برخاست تک سے معذور تھا۔ کہ کسی دوست کی انفصال حاجت کے لیے لوگ اُسکو عدالت تک اوٹھا لے گئے حکیم بیاس وہاں اپنے ایک پوتے کے کندہو نپر ہاتھہ رکھکر کھڑا ہوگیا۔ وکیل نے تقریر کی اور اُسکے ختم ہوتے ہی حاکم عدالت نے حکیم بیاس کے دوست کی رہائی کا حکم دیا۔ اِس حکم نے اوسپر یہ عجیب اثر ڈالا کہ اُس نے وہیں کھڑے کھڑے جان دیدی۔ شہر بھر میں ایک نعوغا پڑ گیا۔ تمام اہل شہر عدالت ہی میں جمع ہوگئے اور وہیں سے اوس کا بہت بڑا جنازہ تیار کیا اور سخت اظہار رنج کیا۔ آخر سپرد خاک کر دیا۔ اور اسکی قبر پر یہہ لکھدیا کہ حکیم بیاس کا وطن بریانہ تھا۔ وہ تمام ملک یونان کی زینت تھا۔ وہ حکماء فلاسفہ میں سب سے بڑا حکیم تھا“

شہر بریانہ والے اُسکی بہت عظمت کرتے تھے۔ یہانتک کہ انہوں نے اُس کے بعد اُس کے نام کی ایک ہیکل بنادی۔

محمد خلیل الرحمن

اخبار نویسی پر لارڈ مارلے کی رائے

حال میں سلطنت برطانیہ کے ہر حصہ کے اخبار نویسوں کی ایک عالمگیر کانفرنس لندن میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کے ایک اجلاس میں لارڈ مارلے وزیر ہند۔ صدر نشین تھے۔ اس موقعہ پر انہوں نے جو تقریر کی وہ بعض وجوہ سے مستقل قدر کے لایق ہے۔ اور یہ حق رکھتی ہے۔ کہ اس کا ترجمہ اردو داں اصحاب کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ تاکہ انہیں معلوم ہو۔ کہ لارڈ مارلے جو خود پہلے اخباری دنیا کے ایک رکن رکین تھے وہ اخبار نویسی کی نسبت کیا رائے رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ لارڈ مارلے آجکل زبان انگریزی کے بہترین ادیبوں میں شمار کئے جاتے ہیں اور انہوں نے اس تقریر میں ادیب اور اخبار نویس میں فرق دکھایا ہے۔ جو قابل غور ہے۔ اخبار نویسی کے متعلق جو ان کے مشورے ہیں وہ ایسے ہیں کہ ان سے ہمارے ملک کے اخبار نویس بہت کچھ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اس لئے ذیل میں ان کی تقریر کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے:۔

آپ حضرات جو علم ادب کے متعلق بحث کرتے رہے ہیں۔ اسپر بعض اطراف سے اعتراض ہوا ہے کہ ادب پر بہت زیادہ وقت صرف نہ کرنا چاہیئے۔ مگر غور کیجئے تو یہ کوئی چھوٹا سا مضمون نہیں ہے۔ کہ اس سے بے اعتنائی کیجائے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں تو یہاں تک کہوں گا۔ کہ ادب اور سلطنت میں رشتہ ہے کیا ہماری شاندار انگریزی زبان ہماری سلطنت کا مایۂ ناز نہیں ہے؟ کیا یہ سب سے زیادہ مضبوط

اور سب سے زیادہ پائدار سلسلۂ اتحاد نہیں ہے؟[1] بلکہ شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ایک معنی میں تمام سپاہیوں۔ تمام جہازرانوں۔ اور تمام مدبروں کے کارناموں سے۔ گو وہ کارنامے بجائے خود بہت عالیشان ہیں۔ یہ ایک کارنامہ کہ ہماری زبان اتنے مختلف ملکوں کو متحد بناتی ہے۔ بڑا کارنامہ اور زیادہ پائدار وسیلۂ اتفاق ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ شکسپیر اور برنز۔ بنین اور سوفٹ۔ ہمارے معماران قصر سلطنت میں سب سے بڑے معمار نہیں؟ یہ بظاہر ایک پیش پا افتادہ بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر بااین ہمہ اسقدر درست ور واقعات پر مبنی ہے کہ اس کی عظمت سے چشم پوشی ناممکن ہے۔ میرے نزدیک کوئی واقعہ اس سے زبردست اس سے اہم نہیں کہ یہ ہماری انگریزی زبان مغرب کے نئے جہانوں میں اور مشرق کے پرانے جہانوں میں کروڑہا نفوس پر حاوی ہے۔ اس وجہ سے میری رائے ہے کہ جو جگہ آپ نے ادبیات کو اپنے مباحث میں دی ہے وہ بالکل حق بجانب ہے۔ مجھے فقط ایک استعجاب ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ نے سائنس کو اپنی فہرست مضامین میں داخل نہیں کیا۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ لوگوں کے خیالات اور دلچسپیاں زمانہ کے رنگ کے مطابق ہوتی ہیں۔ کوئی زمانہ مذہبی۔ کوئی سیاسی۔ کوئی ادبی ہوتا ہے۔ مگر میرے خیال میں یہ جو ہمارا زمانہ ہے۔ یہ سائنس کا زمانہ اور عملی علوم وفنون کا دور ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ حضرات بھی میری اس رائے سے متفق ہوں گے۔

آج کے جلسے میں ہمارا مقصد لٹریچر (ادب) اور جرنلزم (اخبار نویسی)

[1] لارڈ مارلے کے اس پُرمغز جملہ پر اہل ہندوستان غور کریں اور اپنی ایک متحد زبان پیدا کرنے اور اس کے بڑھانے کی طرف متوجہ ہوں۔ ۱۲

گفتگو کرنا ہے۔ لٹریچر کیا چیز ہے؟ پہلے ہم اس پر ایک پیشہ یا فن کی حیثیت سے نظر ڈالتے ہیں میںنے اکسفورڈ ڈکشنری کو جو معلومات مفیدہ کی کان اور لغت میں ایک مستند کتاب ہے۔ اٹھایا کہ لٹریچر کی تعریف اس میں دیکھوں اتفاق کی بات ہے کہ صاحب لغات نے میری ہی ایک منقولہ کو اس لفظ کے نیچے نقل کر کے مجھے آیندہ نسلوں کی نظر میں اس کا جوابدہ بنا دیا ہے۔ وہ جملہ یہ تھا اور میں اسے پڑھ کر بہت گھبرایا:۔

"لٹریچر سب پیشوں میں زیادہ دلفریب۔ سب سے زیادہ دھوکا دینے والا اور سب سے بڑھکر خطرناک پیشہ ہے"

اصل بات یہ ہے کہ مدت ہوئی کہ میںنے یہ رائے لٹریچر کے متعلق دی تھی جواب مجھے اسقدر گھبراہٹ میں ڈالتی ہے۔ اور میرا اِس پیشہ میں مدتوں رہنے کے بعد اب تک صحیح وسلامت ہونا شاید اسبات کی دلیل ہے کہ یہ فن اتنا خطرناک نہیں ہے۔ جو خیال اُسوقت میرے دل میں غالب ہوگا جب یہ الفاظ میرے قلم سے نکلے۔ وہ یہ ہے کہ اتنے آدمی۔ زن و مرد اِس پیشہ کیطرف دوڑ رہے ہیں۔ کہ کچھ انتہا نہیں۔ انمیں سے ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ میں اسکے لیے موزوں ہوں۔ حالانکہ بہت کم ایسے ہیں۔ جو فی الحقیقت موزوں ہیں یعض تصنیف کے لیئے قلم اٹھانے کا استحقاق اتنا کم رکھتے ہیں جیسے میں نقاشی کے لیئے موقلم اٹھانے کا اسکا نتیجہ ہے کہ ایسے اہل قلم کی تعداد جو درجۂ قبول عام حاصل کرتے ہیں بہت کم رہتی ہے رہا جرنلزم کا پیشہ یہ نہایت قابل عزت مگر نہایت مشکل اور محنت طلب پیشہ ہے۔ ہمارے نامور مصنف کارلائل نے اِس پیشہ کی بابت بہت کم لکھا ہے۔ لیکن جہاں لکھا ہے چند لفظوں میں مضمون کو ختم

کر دیا ہے۔ اسکی دو رائیں میں نقل کرتا ہوں جس سے تصویر کے دونو رخ نظر آجائیں گے۔ ایک جگہ کہتا ہے:-

"گو ہر قابل اڈیٹر دنیا کا فرمانروا نہیں ہوتا۔ جب وہ سارے جہان کو ترغیب دے کر اپنی راہ پر لے آتا ہے"۔ ایک دوسرے موقعہ پر اخبار نویسی کے کمزور پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہوئے کارلائل نے کہا ہے۔ کہ "جرنلزم نالی کا پانی ہے"۔ کبھی کبھی میری بھی رائے ہوتی ہے۔ کہ جرنلزم نالی کا پانی ہے۔ مگر انصاف یہ ہے کہ جیسے ادیبوں کے بیشمار طبقے ہیں اسی طرح اخبار نویسی کے طبقے بھی بیشمار ہیں۔ اعلے درجے کے عالی خیال مضمون نگاروں سے لیکر اس بھوکے اہل قلم تک جو تھوڑے سے معاوضے کے لئے چٹ پٹے نوٹ اور چٹخارے دار آرٹکل لکھتا ہے۔ سب اس جماعت میں شامل ہیں۔

سٹائل یا طرز تحریر کی بحث آج کے مقاصد سے خارج ہے اور سٹائل چیز بھی ایسی ہے کہ وہ کسی اظہار رائے یا کسی جلسہ میں رزولیوشن پیش کرنے یا رزولیوشن کی ترمیم سے حاصل نہیں ہوسکتی میں فقط ایک بات اس کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ گو ہم خوبی طرز تحریر میں ان بڑے بڑے اصحاب کے رتبہ کو نہ پاسکیں جو فصاحت کے دریا بہا گئے ہیں۔ لیکن ایک امر ہمارے اختیار میں ہے یعنے سادگی کو ملحوظ رکھیں اور جو کچھ کہیں اسطرح کہ فوراً تمہید اور غیر ضروری باتیں چھوڑ کر اصل مطلب سے شروع کریں۔ جہانتک ممکن ہو تصنع سے پرہیز کریں کیونکہ تصنع عادات اور اخلاق میں جس قدر مذموم ہے۔ ادبیات اور اخبار نویسی میں اس سے بھی زیادہ قابل نفرت ہے۔ اسی سے ہر شخص کو یہ مد نظر رکھنا چاہئے

کہ اسکی تحریر سادہ اور پرمطلب ہو۔ اور یہ ایسی خوبی ہے کہ کوشش سے ہر کسی کو حاصل ہوسکتی ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ اول شرط عمدہ سٹائل کے لئے یہ ہے کہ جس مضمون پر انسان کچھہ لکھتا ہے اِس سے اچھی طرح واقف ہو۔ ورنہ سٹائل کی عمدگی کسی کام نہیں آسکتی۔ پلیٹ فارم پر تقریر کرنے والوں کی بابت کہا جاتا ہے کہ ایسی تقریر کی کامیابی تین چیزوں پر منحصر ہے۔ اول یہ کہ کہنے والا کون ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ کس طرح کہتا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ وہ کیا کہتا ہے۔ بلکہ بعض لوگ اِس مقولہ پر یہ بھی اضافہ کرتے ہیں کہ تیسری چیز نسبتاً غیر ضروری ہے۔ مگر جرنلزم میں یہ صورت نہیں۔ جرنلزم میں یہ نہایت ضروری ہے کہ کہنے والا کیا کہتا ہے۔ اور اِس تفریق کا سبب یہ ہے۔ کہ تقریر کچھہ عرصے کے بعد ہوا ہو جاتی ہے اور اخبار نویس کی تحریر قایم رہتی ہے اور نکتہ چین نگاہیں اسے فرصت میں دیکھتی ہیں۔

اِس کانفرنس کے ایک ممبر نے چند روز ہوئے مجھسے کہا کہ جرنلزم کیا ہے۔ لٹریچر ہے جو جلدی میں لکھا گیا ہو۔ مجھے اِس تعریف سے اتفاق نہیں ہے۔ جرنلزم اور جلدی لازم ملزوم ہیں۔ مگر لٹریچر جلدی کا کام نہیں۔ لٹریچر کی حیثیت کم و بیش ایک جج کی حیثیت ہے۔ جرنلسٹ (اخبار نویس) تازہ معاملات پر بحث کرتے ہوئے قریب قریب وکیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ لٹریچر کا کام ہے کہ اِس پر غور کرے کہ منتہائے خیال کیا ہونا چاہیئے۔ اخبار نویس چونکہ ایک عملی آدمی ہے اِس کا کام ہے کہ وہ واقعات سے بحث رکھے۔ نیز اگر اخبار نویس عقلمند ہے تو وہ یہ بھی تسلیم کریگا کہ درحقیقت اِس کے واقعات بسا اوقات اتنا واقعی اثر نہیں رکھتے جتنا کہ

کسی بڑے ادیب کے الفاظ جو خیالی ہوتے ہیں۔ مثلاً کون انکار کرسکتا ہے کہ برنز کی نظم کی چند سطروں نے بعض دفعہ ملک کی پولٹیکل زندگی پر زیادہ اثر ڈالا ہے۔ بہ نسبت ہزاروں آرٹکلوں کے جو اخبارات میں نکلے۔ اور یہی ادبی اثر ہے جو ادیب اور اخبار نویس میں مابہ الامتیاز ہے۔ اگلے دن ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ اچھے جرنلسٹ کی تعریف کیجئے۔ مینے اُن سے کہا کہ پہلے آپ فرمائیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اچھے اخبار نویس کے لیئے یہ صفات ضروری ہیں:-

صاف گوئی۔ خُلق۔ آزادی رائے۔ اور خودداری۔ مگر یہ تعریف کافی نہیں۔ کیونکہ یہ صفات نہ صرف ایک اچھے اخبار نویس کے لیئے بلکہ ہر قسم کے اچھے آدمی کے لیے لازمی ہیں مجھے کرامول کا ایک قول یاد آیا۔ اسنے ایک دفعہ پرسبیٹرین فرقہ کے پادریوں کے ایک وفد سے یہ کہا تھا

"صاحبو۔ میں تم سے بعجز اور حضرت مسیح کا واسطہ دیکر یہ کہتا ہوں کہ آپ اس پر غور کریں کہ کہیں آپ غلطی پر تو نہیں"؟ میرے نزدیک یہ الفاظ ہر اوڈیٹر کے دفتر میں سنہری حروف میں لکھکر لٹکائے جانے چاہئیں۔ اڈیٹر کا بڑا فرض یہ ہے کہ وہ ہر رائے کے سننے اور اگر وہ درست ہو تو قبول کرنے کے لیئے تیار رہے اور یہ نہ سمجھے کہ وہ ناقابل خطا ہے۔ اپنے آپ کو ناقابل خطا اور اپنے فتوے کو اٹل سمجھنا بڑی غلطی ہے جرنلزم میں ذرا گرم مزاجی کم ہونی چاہیئے۔ میں آپ لوگوں کی خوشامد نہیں کرنا چاہتا۔ نہ مجھے کوئی اختیار دیا گیا ہے کہ میں خوشامد کروں مگر یہ بلا تامل کہتا ہوں۔ کہ اس زمانہ کے مقابلہ میں جب میں اس فن سے تعلق رکھتا تھا۔ برطانیہ کی اخبار نویسی نے بہت ترقی کی ہے۔ مجھے

سلطنت کے دوسرے حصوں کے اخبارات کا حال تو اچھی طرح معلوم نہیں مگر برطانیہ کی نسبت کہہ سکتا ہوں کہ تمام ضروری شعبوں میں اخبار نویسی کی ترقی بہت نمایاں ہے جس سے یہ امید بھی پیدا ہوتی ہے کہ یہ ترقی دور تک جائے گی۔ پچھلے زمانہ میں خیالات ہی اور تھے۔ جب میں اخبار نویسی کرتا تھا اس زمانہ میں ایک جوان سا لڑکا نوکری کی تلاش میں میرے ہاں آیا۔ مینے اس سے کہا "خاص طور پر کسی چیز میں مہارت رکھتے ہو" اس نے کہا "برا بھلا کہنے میں"۔ مینے کہا "اس کی بھی کوئی خاص صورت؟" اس نے جواب دیا نہیں "عام طور پر برا بھلا کہنے میں" میرے کام کا تو وہ تھا نہیں لیکن میرا خیال ہے کہ وہ اس زمانہ میں ضرور کہیں نہ کہیں نوکر ہو گیا ہوگا۔

اخبارات کی حالت پر غور کرتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ آیا اخبار کتاب کا دشمن ہے؟ اور آیا لوگ انگلستان میں زیادہ کتابیں پڑھتے ہیں اور اچھی بری کتاب میں فرق اور ملکوں سے بہتر جانتے ہیں؟ میرے خیال میں اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے ہاں لوگ کتابیں زیادہ پڑھتے ہیں اور اچھی بری کتاب میں تمیز کرنے کے عمدہ ذرائع رکھتے ہیں۔

تقریر ختم کرنے سے پہلے میں ایک اور معاملہ پر گفتگو کروں گا آپکے مباحثوں میں بہت سی تقریریں اس مضمون کی ہوئی ہیں کہ یورپ بہر وحشیانہ جنگجوئی کی طرف مائل معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر طرف اسلحہ جنگ کی تیاری ہے۔ عرصہ ہوا ہربرٹ سپنسر نے یہ میلان دیکھکر اس کا نام "تجدید وحشیت" رکھا تھا۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اس میلان کے پیدا کرنے میں اخبارات نے کہاں تک حصہ لیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے

کہ گو کوئی وزیر دولت غلطی میں مبتلا ہو - یا کوئی مستقل عہدہ دار سلطنت اپنی اکڑ ضرورت سے زیادہ دکھائے - یا ایلچی اور سفیر کافی طور پر سیاسی مکر و حیلہ سے باخبر نہ ہوں یا حد سے زیادہ حیلہ گر ہوں - یا بڑے بڑے مدبر ذاتی نمود کی خاطر ملک کی بھلائی کو نظر انداز کریں - لیکن اِن سب اسباب کا بہ حیثیت مجموعی اِس میلان کے پیدا کرنے میں اتنا حصہ نہیں - جتنا اکیلے پریس کا - اِس لیئے میں آپ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ سوچ کر اِس کا جواب دیں کہ آیا - پریس اِس ملک میں اور نیز سمندر سے پار کے حصص سلطنت میں برابر امن بین الاقوام کی کوشش کر رہا ہے یا نہیں ؟ - پریس فرائض عامہ کی ادائیگی کا ایک بڑا مرکز اور سرچشمہ اور اخلاقی قوت ہے - دنیا کے واقعات کو اچھی طرح سمجھنے کے لیئے ایک اچھا رہبر ہے اور علمی لیاقت کے حصول کا ایک اچھا ذریعہ ہے - مجھے آپ حضرات کے جلسے میں شریک ہونے سے نہایت خوشی ہوئی - اور مجھے نہایت فخر ہے کہ میں ایک وقت میں اِس معزز پیشے سے تعلق رکھتا تھا - جسکے آپ لوگ اِس جلسہ میں قایم مقام ہیں -

محمد اکرام

رباعی

تمام عمر کسی عنا میں یا غنا میں گذرے
یہ عمر بس اب راہِ وفا میں گذرے
جو سانس کٹے طلب میں تیری
جو دم گذرے تیری رضا میں گذرے

ثاقب بدایونی -

سارس کی تارک الوطنی

ارنشی کے وسیع میدان میں آدھی سے زیادہ رات گزر چکی تھی دامن کوہ میں خاموش چشمہ کے کنارے ایک سارس کا جوڑا تارک الوطن ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ گو ان کے دماغ (یعنی احساس انسانی کا مرکز) اُس قوت سے محروم تھے جو اِس قصد کے نقائص و تکالیف انکی آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتی۔ تاہم وطن کی مفارقت کا اثر ان کے اعضار جسمانی ان کی حرکات سکنات سے ظاہر تھا وہ خاموشی کے ساتھ کھڑے پہاڑ کی بلند چوٹیوں کو حسرت کے ساتھ دیکھ رہے تھے آبشار بلندی سے گرتے تھے اور اس بھولی بھالی مخلوق کی قوت سامعہ ہوا کے تیز جھونکوں کی بدولت معمول سے زیادہ کام رہی تھی دو ڈیڑھ گھنٹہ تک یہ جوڑا قدرت کی اس دلچسپی اور وطن کے ان در و دیوار کو غور سے دیکھتا رہا۔ آخر چاند کی روشنی کا انحطاط سارس کی توجہ میں خلل انداز ہوا اور وہ آتش فشاں پہاڑ جو قمر چہاردہم کے اندر صاف و روشن نظر آ رہے تھے دُھندلے دکھائی دینے لگے۔

زمین اپنے محور کے گرد چکر کھاتی ہوئی رات کو کنارِ صبح تک لے آئی شیر اور چیتے جنگلی دہاڑوں نے تمام جنگل سر پر اُٹھا رکھا تھا اپنے اپنے غاروں میں جانے شروع ہو گئے۔ اور ایک خوش الحان پرند نے تاڑ کے درخت پر سے صبح صادق کا مژدہ سنا دیا۔

ایک خاص خیال میں اسقدر دیر تک متوجہ رہنے پر بھی نر کی قوت متخیلہ کچھ زیادہ کارآمد نہ ہوئی وہ نہ سوچ سکا کہ غربت میں کیا کیا مصیبتیں پیش آئینگی

اور کیسی کیسی دقتیں اُٹھانی پڑیں گی۔ چاند کی روشنی لمحہ بہ لمحہ پھیکی پڑ رہی تھی سارس نے دفعتاً اپنا منہ مادہ کی طرف کیا اس کے کندھوں پر اپنی گردن رکھی اس کے کاسنی پروں کو جو فاختائی مائل تھے آنکھوں سے لگایا۔ اور اِسطرح جذبات قلب پورے کر کے کہنے لگا۔ چل چل پیاری مادہ ایسے میں اُڑ چلیں ٹھنڈے ٹھنڈے بہت دور نکل جائیں گے۔ ورنہ مشرقی شہ سوار تختِ آسمان پر جلوہ گر ہو جائیگا اور پھر تیرے نازک بازو شاید گرم ہوا کا مقابلہ آسانی سے نہ کر سکیں اُٹھ اُٹھ من موہنی مادہ چل کھڑی ہو۔ میری زندگی کی تمام خوشیاں تیرے اِن چمکدار پروں میں پوشیدہ ہیں۔ تیرا یہ حسن دل فریب میری زندگی برقرار رہنے اور مجھکو ہمیشہ کامیاب بنانے کے لیئے کافی ہے

چونکہ سارس اپنے سفر کا ارادہ اور اپنی ترک الوطنی کا قصد شام ہی سے ظاہر کر چکا تھا اِس لیئے مادہ نے اپنے گلابی مائل سرخ رخسار قریب لاکر پہلے سچی محبت کا جواب دیا اور پھر اِس طرح مخاطب ہوئی۔

مجھکو حکم کی تعمیل میں عذر نہیں مگر کیا کروں قدرت نے میری سرشت میں یہ مادہ ودیعت کیا ہے کہ میں اِس مرغزار کے پتے پتے کی جدائی جہاں میں چھوٹی سے بڑی ہوئی محسوس کروں۔ پہاڑ کی چوٹیاں اسوقت سے میرے سامنے ہیں جب سے میری آنکھ کھلی آب شاروں کی آوازیں اُسوقت سے میرے کانوں میں ہیں جب سے میں ان کو سُننے کے قابل ہوئی یہ درختوں کی پتیاں اور کنارِ نہر کے خودرو پھول جو ہمیشہ سے میری آنکھوں میں بسے ہوئے ہیں اِن کا فراق اب مجھے سخت تکلیف دہ ہوگا۔ اُس پار پہنچکر نئی زمین ہوگی نیا آسمان۔ نیا دانہ۔ نیا پانی۔ یہ سرزمین جس کے چپے چپے اور کونے کونے پر میرے قدم چلے ہیں مجھسے چھوٹ جائیگی

اور یہ ہوا جس نے مجکو تھپک تھپک کر لوریاں دی ہیں پھر کوسوں دور ہو جائے گی۔ آخر مجھے معلوم تو ہو وہ کیا چیز ہے جسنے آپ کو ایسا دل برداشتہ کیا کہ وطن جیسی چیز کو عمر بھر کے واسطے خیرباد کہا۔

سارس۔ میں نہیں چاہتا کہ ایسی جگہ زندگی بسر کروں جہاں بیوفا۔ اور خود غرض انسان کا گذر ہو سکے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ایسی نفس پرور مخلوق کے خیالات سے متاثر ہو کر میری آیندہ نسل برباد ہو جائے۔

مادہ۔ اگر آپ مجھکو اجازت دیں تو میں اسقدر عرض کرنے کی جرأت کروں کہ ہمارا اِس حد تک انسان سے نفرت کرنا ایک قسم کی محسن کشی ہے۔ جو ہمارا شیوہ نہیں دنیا بالکل اُجاڑ ہوتی۔ ہم ہی جیسے کائیں کائیں کرنے والے چاروں طرف آباد ہوتے۔ کائنات کی کل ہستی یہ ہوتی کہ لنگوروں کی چھلانگیں۔ چیلوں کی چل چل۔ ہرن چکارے۔ بارہ سنگے۔ سانپ۔ مچھلی کینچوے۔ کچھوے وغیرہ۔ وغیرہ

قدرت کو ضرورت تھی ایک ایسی مخلوق کی جو نظام عالم کی داد دے اور صنعتِ دنیا کو دیکھکر صانع حقیقی کے کمال کا اعتراف کرے پس انسان کی خلقت ضرورتِ قدرت کی اور یہ اسی مخلوق کا کام تھا کہ اپنی محنت اور عقل کی بدولت پہاڑوں سے چشمے بہا دیئے اور آسمان پر بے پر دبال اِس طرح پہونچا کہ چاند تاروں تک کی حقیقت معلوم کر لی۔ کیا آپ کو اِس سے انکار ہے کہ یہ طرح طرح کے میوے۔ یہ ہرے بھرے کھیت۔ یہ لہلہاتے ہوئے درخت جن سے ہمارے گردو پیش کی زمین مالا مال ہو ہم کو محض انسان کی سعی سے میتر ہوئے ورنہ پہاڑوں کے سنگریزے ہماری خوراک ہوتی اور کوہ آتش فشاں کا لغوبہ ہمارا پانی۔

ایسی اچھی اور کارآمد مخلوق جسکی محنت سے ہم ہر طرح مستفید ہوں اِس قدر نفرت کی مستوجب نہیں۔

سارس۔ مگر انسان جیسی دغاباز شے جو تیری نگاہ میں اشرف اور میری رائے میں ارذل ہے ہرگز پسند کرنے کے قابل نہیں اسکی سرشت میں دہوکا اسکی طینت میں دغا اور اسکی گھٹی میں خودغرضی پڑی ہوئی ہے۔ افسوس ہے میں نے صبح ہی صبح ایک نہایت منحوس چیز کا نام لیا انسان؟ کیسا انسان دغاباز مکار۔ جسکی محبت جھوٹی۔ جسکی باتیں بناوٹی جسکا دل ظلمتکدہ سچا احساس اِس سے کوسوں دور اور اچھے خیال اِس سے میلوں پرے اے مادہ سورج کی کرنیں پہاڑ کی چوٹیوں پر پڑنے لگیں اب ہمارا یہاں بیٹھنا ٹھیک نہیں۔ افسوس آج کا سفر ملتوی ہوا۔ چل پہاڑ پر چل اور حیاتِ انسانی کی کیفیت مجھسے سُن ؛

آٹھ دس برس کا عرصہ ہوا میں بچہ ہی ساتھا ایک رات جبکہ چاندنی چاروںطرف چھٹکی ہوئی تھی۔ میرے باپ نے باہر نکلکر دیکھا درختوں کے پتوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایک نور سا برس رہا تھا۔ پیاری بی بی تجھے کبھی پردیس جانے کا اتفاق نہیں ہوا اگر رستہ میں میرا قدیمی مکان پڑا تو میں تجھے دکھاؤں گا کہ وہ کیا پُرفضا مقام ہے۔ دامن کوہ سے چشموں کا اترا اترا کر اور مچل مچل کر چلنا تجھکو بتادیگا۔ کہ فطرت نے میری پرورش کے واسطے کیسی دلفریب اور دلچسپ جگہ انتخاب کی تھی ہاں تو شبِ ماہ اپنا بناؤ سنگھار کیئے پردۂ دنیا پر جلوہ گر تھی والد مرحوم کا دل سیر کو چاہا مجھے اور میری ماکو ساتھ لیا اور ہم تینوں ہوا میں اُڑے ستاروں نے بساطِ فلک کو جبینِ عروس بنا رکھا تھا ہمکو کسی خاص جگہ پہ جانا مقصود نہ تھا۔ ہوا کے

جھونکوں نے پورب کیطرف دھکیل دیا اور ہم چاندنی کا لطف اٹھاتے اس ہی طرف روانہ ہو گئے۔

رات اٹھلا اٹھلا کے اپنا رستہ طے کر رہی تھی ہم جزیرہ ارسیوان میں پونہچے۔ ہمارا گزر قصر سلطانی پر ہوا تو ہمنے دیکھا کہ شہزادہ الیاس بھی ہماری طرح شب ماہ کا لطف اٹھا رہا ہے اور اسکی معشوقہ برابر میں بیٹھی ٹھنک ٹھنک کر باتیں کر رہی ہے۔ الیاس ٹکٹکی باندھے اسکی صورت دیکھ رہا تھا۔ کچھ عجب قسم کی محبت اس کی آنکھوں سے ٹپک رہی تھی۔ چونکہ محبت کا وہ مادہ ہمارے دماغ اور خیال سے ارفع و اعلیٰ ہے میں اسکی صراحت سے مجبور ہوں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شہزادی کی ایک ایک ادا الیاس کا کلیجہ مجروح کر رہی ہے وہ دیوانہ وار شہزادی پر نثار ہو رہا تھا کبھی اس کے نازک ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھتا تھا کبھی آراستہ و پیراستہ زلف کو سونگھکر چومتا۔ کچھ دیر تک تو اسطرح قلب مضطرب کو تسکین دی اور پھر بیتاب ہو کر کہنے لگا۔

سلطنت کا لطف بھی اسیوقت تک ہے جبتک کہ تو میری آنکھوں کے سامنے ہو ورنہ شہزادی تمام سامان عیش ہیچ ہے لا گل اندام اپنے پیارے ہاتھوں سے ایک جام دے۔

کچھ عورت کی فطرت ہی میں یہ داخل ہوگا کہ شہزادی الیاس کو اسقدر والہ و شیدا دیکھکر بے انتہا خوش ہوئی۔ اس کے حسن کی چمک پہلے سے ڈیوڑھی تھی۔ گلابی رخساروں میں سرخی جھلکنے لگی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی چاہتی تھی کہ آگے بڑھکر شیشہ و ساغر اٹھائے الیاس نے اسکا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا ان ہاتھوں کو اس قسم کی تکلیف دینا مختار قدرت کے خلاف ہے یہ کہکر شہزادہ الیاس نے جام بلوریں آگے رکھا شہزادی ساغر تیار کر رہی تھی کہ اتفاق سے

شیشہ ٹوٹا اور کلائی بالکل لہولہان ہوگئی اسوقت الیاس کی بیچینی بیان نہیں ہوسکتی - آنکھ سے آنسو نکل پڑے - رومال بھگو کر کلائی پر باندھا اور کہنے لگا اس خون کا ہر قطرہ میرے کلیجہ سے نکل رہا ہے - کاش میرا پورا ہاتھ کٹ جاتا - میں مرجاتا شہید ہوجاتا مگر میرے وجہ سے اِس سرخ وسفید کلائی کو یہ اذیت نہ ہوتی -

شہزادہ یہیں تک پہونچا تھا کہ میری ما اپنے خاصۂ فطرت کے موافق والد مرحوم کیطرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی -

"سچ ہے انسان سے زیادہ محبت کی قدر کوئی مخلوق نہیں کرسکتی" یہ کہکر وہ اور اس کے پیچھے پیچھے ہم باپ بیٹے اُڑے اور اپنے گھر کو واپس آئے -

مجھے ٹھیک یاد نہیں کہ اس واقعہ کے کتنے روز بعد ایک روز میں سمت مشرق سے آرہا تھا رستہ میں جزیرۂ ارسیوان پڑا میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ شہزادی کو جسکے ساتھ مجھے اُس رات اِتنی ہمدردی ہوگئی تھی بغیر دیکھے چلا جاؤں چنانچہ میں قصر سلطانی پر ٹھٹکا دوپہر کا سنسان وقت تھا اور گرمی نہایت شدت سے پڑ رہی تھی دیکھتا کیا ہوں کہ الیاس غمگین ومحزون پڑا رو رہا ہے دفعتہً ایک شخص آیا اور خط دیکر چلا گیا - مجھے سخت تعجب تھا کہ الیاس نے سینکڑوں مرتبہ وہ خط کھولا پڑھا اور سر آنکھوں پر رکھا آخر بآواز بلند کہنے لگا ظالم ابتک اِسی ہٹ پر قایم ہے - "شہزادی کی زندگی میں مجھ سے کسی تعلق کی امید بالکل فضول" خیر یہ کیا بڑی بات ہے لاؤ آج اس قضیہ کا بھی فیصلہ کردوں یہ کہکر الیاس اندر گیا اور ایک خنجر آبدار لیکر باہر نکلا اسکی دھار دیکھی اور کمر میں لگا کر اس کمرہ میں آیا جو میری آنکھوں کے سامنے تھا - آہ پیاری مادہ آگے بیان کرتے ہوئے کلیجہ کٹتا ہے - وہی شہزادی جو کسیوقت الیاس کے دل پر اچھی طرح قابض

بیگناہ شہزادی کی آخری گفتگو میرے کانوں میں موجود تھی اور میں کسیطرح نہ بھولتا تھا

بدقت تمام رات بسر کی لیکن کائنات کی اس قابل ناز شے یعنی انسان کے مطالعہ کا مجھکو اسقدر شوق ہوا کہ میں پھر آبادی میں پونچا شہر میں ایک پہاڑی تھی جسپر سہ منزلہ اور چومنزلہ مکان بنے ہوئے تھے انمیں سے ایک بلند مکان دیکھکر میں ممٹی پر جا بیٹھا۔

قوت مشاہدہ میری مددگار تھی تمام شہر میری آنکھہ کے سامنے تھا اور میری آنکھہ افعال انسانی پر بغرض تحقیقات پڑ رہی تھی میرا خیال تھا کہ وہ مابہ الامتیاز چیز جسنے اس مخلوق کو اشرف بنا دیا حیات انسانی کی رہنما ہوگی مگر مجھے یہ دیکھکر افسوس ہوا کہ ان سینکڑوں اور ہزاروں ذی روح لوگوں میں ایک متنفس ایسا نظر نہ آیا جسپر انسان کا اطلاق جائز ہو سکتا۔

اُن بخارات کی طرح جو شدت حرارت و تمازت آفتاب سے پہاڑ کی چٹانوں یا تپتے ہوئے کرہ زمین سے نکلکر ہوا میں اڑتے رہتے ہیں میری نگاہ ابھی تک کہیں ٹہیری نہ تھی اور مطالعہ انسان کے اشتیاق نے مجھکو اسقدر بیتاب کر دیا تھا کہ قوت باصرہ کی رفتار حد آخر تک پونہچ چکی تھی رنگ برنگ کی اشیا مختلف ہئیت و صورت کے اجسام سامنے سے گذر رہے تھے مگر چونکہ متجسس نگاہ سرعت کے ساتھہ دیکھہ رہی تھی میں انمیں سے کسی کو تمیز نہ کر سکتا تھا کہ ایک زرد دوپٹہ بیچمیں آکر حائل ہوا اور میری تمام توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ یہ دوپٹہ انسان کے اُس کمزور فرقے کے سر پر تھا جو عورت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ کپڑا بجائے سرخ رنگ اور چمکدار ہونے کے پھٹا ہوا اور میلا کچیلا تھا۔ اِیاس کا ظلم اور شہزادی کی منت و زاری نے میرے دلمیں ابنائے فرقہ انسانی کی حمایت پیدا کر دی تھی میں نے سر سے پاؤں تک اس عورت کو

دیکھا گو شہزادی کیطرح اس کے پاس دلفریبی کا کوئی سامان نہ تھا اور باوجودیکہ ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکے بجائے اس کے دل و دماغ کو تر و تازہ کرنے کے اس چار دیواری سے جسمیں یہ موجود تھی ٹکرا ٹکرا کر واپس جا رہے تھے تاہم اس کے چہرہ سے خوشی کا مینہ برس رہا تھا اور جہانتک میرا قیاس حیوانی کام دے سکا میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ فکر و غم کی گھٹا اس کے قلب سے بالکل نا آشنا ہے۔ افسوس میرے نتیجہ نے مجکو مغالطہ دیا میں نہ سمجھ سکا کہ یہ حالت اسکی مستقل نہیں عارضی ہے اور یہ زور کا چھینٹا تھوڑی دیر بعد کھل جائے گا اور یہ دل جو اسوقت باغ باغ ہے اسپر حادثات کی بجلی چمک چمک کر اور کڑک کڑک کر گرے گی۔

یہ عورت ایک ٹوٹے سے کھرے کھٹولے پر صحن میں بیٹھی تھی اور اندر اسکی تین چار ہمجنس مختلف کاموں میں مصروف تھیں۔ اس زرد دوپٹہ میں مجھے کوئی چیز کلبلاتی ہوئی نظر آئی وہ کوئی بے جان نہ تھی جاندار تھی اور طاقتور تھی اور یہ کوشش کر رہی تھی کہ کسیطرح اس پھٹے ہوئے دوپٹہ کو ہٹا کر باہر نکلے۔ مگر عورت کی طاقت غالب تھی وہ چاروں طرف سے دوپٹہ کو چھپاتی تھی اور چاہتی تھی کہ یہ قوت اور اسکا یہ فعل ان ہمجنسوں کے علم میں نہ آئے جو سامنے ہیں۔ کچھ دیر تک ان دونوں میں کشمکش رہی اور بالآخر چھوٹی طاقت میں بڑی طاقت کیطرف سے تھوڑی سی محبت شامل ہوئی دوپٹہ سرکا تو میں نے دیکھا کہ ایک ننھا سا بچہ گود میں پڑا دودھ پی رہا ہے نرم رخسار و سبز بیضی کی جھریاں پیارے پیارے ہونٹوں پر مسکراہٹ۔ اور ماں کے منہ پر ٹکٹکی تھی۔ بچہ کی یہ کیفیت دیکھکر چونکہ میں خود صاحب اولاد تھا کسقدر خوش ہوا ہوں بیان نہیں کر سکتا اسکا ننھا سا دل دنیا کے تفکرات سے

بالکل آزاد تھا اس کی تمام سلطنت ماں کی گود تھی جسمیں پڑا ہوا حکومت کر رہا تھا جس پیار اور محبت سے ماں کی نگاہیں اس بچہ پر پڑ رہی تھیں وہ کوئی میرے دل سے پوچھے۔ جھکتی تھی طرح طرح کے منہ بنا کر چمٹتی تھی مختلف ناموں سے پکارتی تھی۔ بھینچ بھینچ کر لپٹتی تھی۔ اسکی گود میں ایک ایسی لازوال دولت اور بیش بہا خزانہ تھا جسکی خوشی کا احساس کسی طرح ختم نہ ہوتا تھا متا دماغ میں خیال اور خیال میں بلندیاں دل میں حوصلے اور حوصلوں میں امیدیں پیدا کر رہی تھی اسکی حرکات قریب قریب مجنونانہ تھیں مگر کچھ ایسی خوشی سے لبریز تھیں کہ اسکا پتہ مجکو ان خوشیوں میں بھی نہ ملا جو ایکس وشہزادی کے پاس شب ماہ میں تھیں فرط محبت سے چومتے چومتے خیالات نے امیدونکو جامۂ کامیابی پہنایا چاہتی تھی کہ کلیجہ سے لگا کر ہوا ہوئے تھپیڑ مارے" دفعتہً ایک شخص سنگدل کی خفگی اور اس فقرے نے اسکی امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔

"کیوں ری انّا کمبخت تو نے پھر اپنے بچہ کو دودھ دیا"

باقی آئندہ

راشد الخیری۔

رباعی

گلشن میں بہار کی نشانی کب تک
یہ بلبل و گل کی شادمانی کب تک
لازم ہے بشر کو دل نہ دنیا میں پھنسائے
گو خضر ہو کوئی زندگانی کب تک

محمد اظہر حسین اظہر

کلمبس

اہل تاریخ نے جو اسباب امریکہ کے ڈھونڈھنے کے لکھے ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام اہلِ یورپ کو ہندوستان کی راہ ڈھونڈھنے کی فکر تھی اسی کوشش میں اہل پرتگال نے ساحل افریقہ کے کنارے کنارے پھر کر بہت جزائر نکالے اور اُن پر قبضہ کیا۔ اس کے علاوہ مارکو پولو ایک مرد سیاح یورپ سے نکلا اور اُس نے مدتوں خشکی اور تری میں سفر کیا اور اپنے سفر کے عجائب وغرائب بیان کیے کہ جاپان میں اس کثرت سے سونا ہے کہ وہاں کا بادشاہ قصر زریں میں سوتا ہے جس پر تمام سونے کے پتر جڑے ہوئے ہیں اس شخص کا سفرنامہ پڑھکر لوگوں کو اور بھی اشتیاق ہوئی کہ کسی صورت سے ہندوستان یا چین و جاپان پہنچنا چاہیے۔ جہاز پہلے زمین کے کنارے کنارے چلاتے تھے۔ اس زمانے میں اصطرلاب سے کام لینے لگے اور بخطِ مستقیم دریا میں جہاز کو چلانے لگے۔ اس سے جہاز رانی میں اور بھی آسانی پیدا ہوئی۔ اسی زمانہ میں کلمبس ایک شخص تھا اوس نے بطلیموس کی جغرافیہ اور مارکو پولو کا سفرنامہ پڑھا کسی قدر علم ہیأت مسلمانان اندلس سے سیکھا تھا۔ ریاضی سے بھی واقف تھا۔ دریا کا سفر بہت کر چکا تھا اور نئے نئے جزیروں میں پھر چکا تھا اور جانتا تھا کہ زمین ایک کرہ ہے اور جزیرہ جاپان سے لیکر جو منتہائے مشرق میں واقع ہے ازور تک منتہائے مغرب میں اہل پرتگال نے ڈھونڈھا ہے آفتاب کے سولہ گھنٹے کی راہ ہے

چوبیس گھنٹے میں فقط آٹھ گھنٹے تمام دور افتاب میں باقی رہ جاتے ہیں۔ اُن آٹھ گھنٹوں کی مسافت اگر طے کیجائے تو ضرور ہندوستان یا جاپان کے مشرق میں ہم پہنچ جائیں گے۔ لیکن یہ ثلث (⅓) محیط ارض کی مسافت تھی جسکو اُس نے فقط چار ہزار میل سمجھا تھا۔ اور اِس غلطی کے سبب سے اُسکی جرأت اِس مسافت کے طے کرنے پر اور بھی بڑھ گئی تھی کلمبس ایک متعصب نصرانی تھا۔ اندلس میں سلطنت اسلام کا خاتمہ اُس کے سامنے ہوا تھا۔ اور اِس فتح نمایاں کی یہ برکت تھی کہ تمام اہل یورپ کو سارے عالم پر قبضہ کر لینے کی اُمنگ پیدا ہو گئی کلمبس کو ہندوستان وچین وجاپان کی دھن بندھ گئی۔ کہتا تھا کہ اِن ملکوں میں پہنچ کر وہاں کی دولت پر قابض ہو کر وہاں سے سونا جہازوں میں بھر کر لاؤں گا۔ اور اِس گنج شائیگاں کو مسلمانوں کے دفع کرنے میں صرف کروں گا۔ اور بیت المقدس سے اہل اسلام کو نکالنے کی کوشش کرونگا اِسی دھن میں یہ تمام شاہان یورپ کے پاس گیا اور اُن سے اعانت کی درخواست کی مگر کہیں دعا نہ قبول ہوئی۔ آخر کو بادشاہ اندلس کے پاس پہنچا۔ اُس نے اسکی تقریر کو سنکر اپنے ملک کے علمائے شہر و فضلاء مدرسہ و اصاروا ہبان کلیسا کی ایک مجلس مقرر کی کہ کلمبس کا امتحان لیں اور اُسکی تقریر کی تنقید کریں کلمبس نے اپنے تمام خیالات و دلائل اہل مجلس کے سامنے بیان کئے۔ اُن میں سے اکثر لوگ سنکر متحیر ہوئے اور ساکت رہے۔ لیکن بزرگان کلیسا سے نہ رہا گیا۔ یہ بول اٹھے کہ یہ رائے سراسر خلاف کتب مقدسہ ہے جس میں زمین کے مسطح ہونے کی تصریح ہے کون بے وقوف اِس بات کو مانیگا کہ زمین گیند کی طرح گول ہے اور اس کے تمام اطراف میں جزائر اور ممالک ہیں اور ہمارے تلوے اُن لوگوں کے تلووں سے

مقابل میں ہیں۔ جو اُدھر کیطرف کھڑے ہیں۔ حاشا اسے عقل باور نہیں کرتی کہ ہم جس طرح زمین پر سیدھے کھڑے ہیں اُسیطرح ادھر کے لوگ اُلٹے کھڑے ہیں۔ یہ کہیں ہو سکتا ہے۔ سر نیچے ٹانگیں اوپر۔ اور گر نہیں پڑتے۔ خلاصہ یہ کہ اس مجلس سے بے وقوف بنکر کلمبس کو نکلنا پڑا۔ لیکن اکثر عقلا اُسکی رائے کے ساتھ متفق تھے۔ انہوں نے کوشش و سفارش کر کے اُس کو ایزابلا ملکۂ اندلس کے پاس پہنچا دیا۔ اور اُسکی تحریک سے بادشاہ نے تین جہاز دے کر اور کلمبس کو امیر البحر مقرر کر کے دریائے اوقیانوس کے مغربی جانب روانگی کی اجازت دی۔ کلمبس نے روانہ ہونے سے پیشتر نئے مال و ملک میں سے اپنا حصہ مقرر کروالیا۔ تسلط و حکومت کے عہد و پیمان بہت وسعت کے ساتھ طے کر لیئے۔ لکھا پڑھی ہو گئی۔ سنہ ۱۴۹۲ع اگست کی ۳ تاریخ جمعہ کے دن تینوں جہاز ساحل اندلس سے روانہ ہوئے۔ سب ایک سو بیس آدمی تھے۔ پہلے وہ جزائر کناری میں گیا۔ ایک جہاز کی مرمت کرنے میں وہاں بہت دن رہنا پڑا۔ ستمبر کی ۱۳ تاریخ تھی کلمبس نے دیکھا کہ قطب نما کی سوئی نے اپنی سمت کو چھوڑ دیا پہلے کبھی یہ واقعہ کسی کے سننے میں بھی نہ آیا تھا۔ اس نے اسکو بہت سے لوگوں سے چھپایا۔ مگر چھپ نہ سکی۔ آخر لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ قطب نما کی سوئی سمت نہیں بتاتی اور اس سبب سے سب لوگوں میں نہایت تشویش پھیلی۔ مگر کلمبس نے اُن کو سمجھایا کہ سوئی کی سمت ستارۂ جدی کی طرف نہیں ہے بلکہ کسی نامعلوم نقطہ کیطرف ہے اور جدی ٹھیک قطب شمالی کے مقام پر نہیں واقع ہے۔ بلکہ وہ بھی مثل اور ثوابت کے روزانہ قطب کے گرد پھرا کرتا ہے۔ اِن لوگوں کو کلمبس کے علم و کمال پر ایسا اعتقاد تھا کہ اتنے ہی بیان پر سب کو تشفی ہو گئی۔ آگے چلکر ہوائے مشرقی نے ایسی مساعدت کی کہ بآسانی راہ طے ہونے لگی۔

مغرب کی طرف سے ہری ہری گھانس بہ بہ کر آنے لگی۔ چھوٹی چھوٹی چڑیاں اکثر جہاز کے گرد مبارکباد دینے کو آئیں مچھلیاں اس قسم کی جو زمین کے قریب ملتی ہیں پیشوائی کو پہنچیں۔ ایک آدھ کیکڑا بھی دکھائی دیا۔ یہ سب علامتیں زمین مغربی کی پیاپے ظاہر ہونے لگیں۔ لیکن اس پر بھی جوں جوں زمانہ سفر کو طول ہوتا جاتا تھا لوگوں کی بے صبری بڑھتی جاتی تھی۔ یہانتک نوبت پہونچی کہ مشورہ کیا کہ کلمبس کو اٹھا کر دریا میں پھینکدیں اور یہاں سے یورپ کیطرف پلٹ چلیں کلمبس ان باتوں سے بے خبر نہ تھا اپنی حفاظت میں مشغول رہتا تھا اور حکمت عملی کام نکالتا تھا۔ کئی بار ان لوگوں نے پلٹ چلنے پر اصرار کیا۔ اس نے کبھی لالچ دیکر بہلایا۔ کبھی ڈرا دھمکا کر ان کی ضد کو ٹالا کبھی شیریں زبانی سے کام نکالا۔ خدا خدا کرکے اکتوبر کی (۱۰-۱۱) کو جزیرہ ہسپانیولا میں جہاز پہنچ گئے۔ پہلے کلمبس نے اتر کر سجدہ کیا اور زمین سے لپٹ کر بوسہ لیا۔ پھر تمام اہل جہاز نے اوسکی تقلید کی وہ جزیرہ ان کی نظر میں بہشت کا طبقہ معلوم ہوتا تھا۔ آب خوشگوار کی نہریں، گنجان درخت کیسی کیسی خوبصورت جھاڑیاں، کسی جگہ بڑے بڑے پیڑ جنکے نیچے قافلہ اتر جائے نئی نئی قسم کے میوے درخت سب گھنگرو کی طرح لدے ہوئے انواع و اقسام کے طیور نغمہ سنج۔ طوطوں کی یہ کثرت کہ جیسے کبوتر کنکو ساتھ اڑتے پھرتے ہیں

نعمتیں وادیٔ غربت میں بھی تو نے بخشیں
چھانوں ہے، سبزہ ہے، جنگل کی ہوا آتی ہے

اس بہشت میں اگر اہل اندلس کو حوریں ملیں تو وہاں کے روسا کی بہو بیٹیاں یہ سب کے سب مجرد اور وہ سرتاپا برہنہ۔ خوف حاکم وہاں نہ تھا بس آپس ہی میں تلوار چلنے لگے۔ جب ان کو پہلے دیکھا تو وہاں کے لوگ سب سمجھے

کہ آسمان سے فرشتے اُتر آئے۔ انسان ایسے سُرخ و سفید اونہوں نے کاہیکو دیکھے تھے پہلے ذرا جھجکے۔ جھاڑیوں میں چھپ چھپ گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد میووں کی ٹوکریاں۔ اُبلے ہوئے آلو۔ میٹھے پانی کی ٹھلیاں۔ جھینگے مچھلیاں جو جو اُن کے امکان میں تھا لئے ہوئے آئے اور مہمان نوازی و ضیافت کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ دعوتیں اُنہوں نے کیں۔ ناچ کے جلسے اُنہوں نے کئے اِن کی خاطر و مدارات کو فرض عین سمجھا سوہ اُندلس میں بھی خوشی خوشی چلنے کو موجود تھے۔ البتہ بعض جزیروں میں جنگجو قومیں بھی پائی گئیں۔ لیکن جزیرہ کیوبا اور ہسپانیولا کے لوگ انتہا کے خوش اخلاق پائے گئے اور ملنسار نکلے کہ یہاں ایک ایک اندلسی وہ بدہ قریہ بقریہ تنہا سفر کرتا پھرتا تھا۔ مخالفت و مزاحمت کا کیا ذکر۔ ہر مقام پر اسباب راحت و سامان ضیافت اوس کے لئے موجود تھا کلمبس ملک ہند کی دھن میں نکلا تھا وہ اِن جزیروں کو جزائر ہند و ایشیا ہی سمجھا اور یہاں کے باشندوں کا نام ہندی رکھا۔ جہازوں سے اُترتے ہی اُن لوگوں کو پہلے یہی فکر ہوئی کہ سونا کس جگہ سے نکلتا ہے اُسکا پتہ لگانا چاہیئے جس ملک میں مارکو پولو بیان کرتا ہے کہ قصر شاہی سونے کا بنا ہوا ہے وہاں کس قدر کانیں سونے کی ہوں گی۔ اہل جزیرہ سے بہت پوچھا مگر نہ اونکی بات یہ سمجھے نہ اِن کی وہ۔ آخر عورتوں کی ناک میں ذرا ذرا سی سونے کی کیلیں یا بُلاق دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی کہ یہاں سونا ضرور ہے۔ اور ہمیں ضرور ملے گا۔ اُن سے اشارہ سے پوچھا ؎

اجی یہ عرش معلے کے گوشوارے کا
گہر کہاں سے تمہارے بلاق میں آیا

کہ یہ چیز کہاں پیدا ہوتی ہے۔ اون لوگوں نے بھی اشارہ سے بتا دیا کہ

اوپر جاؤ اور سونا ڈھونڈھو۔ وہ سمجھ گیے کہ یہ سونے کے بھوکے ہیں۔ جو کچھ سونا اون لوگوں کے پاس تھا۔ اُنھوں نے بطور ہدیہ پیش کیا۔ کلمبس نے اس پر اکتفا نہ کی۔ پوتھ کے بچے ہوئے شیشے کے ترشے ہوئے موتی اُن لوگوں کو دکھائے جسکو اونھوں نے گرگر کر مول لینا شروع کیا۔ اس کے پاس بہت سا سونا جمع ہوگیا اس تدبیر سے جہاں جہاں سونے کی کان کا پتہ لگتا تھا یا کوئی ساحل موقع کا نظر آتا تھا کلمبس وہاں اہل یورپ کی بستی بساتا جاتا تھا۔ اور اندلس سے برابر لوگ چلے آرہے تھے۔ مگر انتہا درجے کے کثیر الحذر اور حد کے بدگمان۔ جہاں بستی بسائی پہلے گڑہی بنائی۔ توپیں چڑھائیں۔ فیر کر کر کے اُن غریبوں کے دل ہلا دیے کہ رعب قایم ہو جائے۔ ایسا نہ ہو کہ آیندہ یہ لوگ غلامی و فرمانبرداری میں کسی طرح کا عذر کریں۔ مورخین افسوس کرتے ہیں کہ جسوقت گڑھی کے بننے میں وہ بیچارے دوڑ دوڑ کر کام کرتے تھے اور ٹوٹ ٹوٹ کر محنت کیے جاتے تھے۔ مٹی کھود کھود کر اور لکڑیاں لاد لاد کر لاتے تھے اُنہیں یہ نہ معلوم تھا کہ اس نیکی کی جزا بدی، اس جہان نوازی کا صلہ محسن کشی ہے۔

گڑہی بنا کر اور بستی بسا کر کلمبس تو اندلس کو روانہ ہوگیا۔ یہاں ان لوگوں نے زبردستی سونا چھینا اور اُن غریب بیچاری عورتوں پر بیجا و بیجا تصرف شروع کیا کہ تمام اہل جزیرہ کا دل ان کی طرف سے سرد ہوگیا۔ حفاظت ناموس کے لیے جان دینا اور لڑنا صفت انسانی ہے جو اُن میں بھی موجود تھی۔ توپوں اور بندوقوں کے مُنہ پر جا پڑے جانیں دے دیں۔ زر۔ زمین۔ زن۔ بایہ شر و فساد ہے۔ آپس میں بھی آخرکار چھڑ گئی۔ خود گڑہی کے لوگوں میں بھی اتفاق نہ رہا ایک نے ایک کو قتل کیا۔ افلاطون کی رائے تھی کہ عورتوں سے رسم ازدواج اور جاگیر و جائداد سے ہر شخص کا قبضہ مالکانہ اٹھا دینا چاہیے۔ کہ یہ باتیں اتحاد

تمدن کے منافی ہیں جیسے حکیم یونانی۔ یہ چاہتا تھا کہ نکاح سے جو ایک پابندی عورت کو ہو جاتی ہے اُس سے بھی اس کو آزاد رہنا چاہیئے پارسیوں کے اواخر دولت میں مزدک ایک شخص افلاطون کا ہم مشرب پیدا ہوا۔ بادشاہ ایران نے اسکی متابعت کی اور لاکھوں آدمی اس کے اشجاع و انصار میں داخل ہو گئے اور زر زمین زن میں تمام ابنائے جنس کا حق مشترک سمجھا جانے لگا۔ لیکن اتنا عرصہ نہیں گزرنے پایا کہ دیکھتے یہ اونٹ کس کل بیٹھتا ہے کہ کسریٰ نوشیرواں تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اُس نے مزدک کو اعوان و انصار سمیت قتل کروا ڈالا۔ اور بہت جلد اوس مذہب کا خاتمہ ہو گیا۔ غرضکہ اندلس کے ترسایان زاہد مشرب ان عورتوں کا حسن بے حجاب دیکھکر از خود رفتہ ہو گئے اپنے میزبانوں کو بد دل بنا لیا۔ اپنے ہم وطنوں کے ساتھ کشت و خون کیا بعض دنیں سے وہاں کے سرداروں کی بیٹیوں کو بھگا کر اندلس لے گئے +

کلمبس کا بڑی دہوم دہام سے یورپ میں استقبال ہوا۔ شاہی رسالہ اوسکی اردلی میں چلنے کے لئے بھیجا گیا جس جس شہر میں سے ہو کر گزرا تمام راہوں میں تماشائیوں کا مجمع عام کوٹھوں پر نظارگیوں کا اژدہام نظر آیا چھ شخص امریکہ کے اوسی طرح سے سر پا تک رنگے ہوئے جیسی اونکی عادت تھی آگے آگے اوس کے چل رہے تھے۔ اور وہاں کے طیور و مواشی جو نئی قسم کے تھے وہ بھی اس کے ساتھ تھے۔ بادشاہ اندلس نے تخت سے اُٹھ کر اوسکی تعظیم کی۔ یورپ کے امرا دُور دُور سے اوسکی ملاقات کو آئے بیرقیں لگائی گئیں۔ آئینہ بندی شہر میں ہوئی۔ جیسا کہ سلطنت روم میں کسی بڑے فاتح کا استقبال کیا جاتا تھا اوسی طرح کلمبس کا استقبال ہوا۔ فرڈنیڈ بادشاہ اندلس نے ایک تہنیت نامہ پوپ کی خدمت میں روانہ کیا کہ

سلطنت نصاریٰ کو ایک تازہ نعمت ملی۔لیکن اوس زمانہ میں یورپ کی دو ہی سلطنتیں سمندر میں جزائر و ممالک کے ڈھونڈھنے میں مصروف تہیں۔اوّل تو اہل پرتگال۔اور دوسرے اہل اندلس۔اِس واسطے پوپ نے ایک حد مقرر کرنا چاہی کہ آپس میں نزاع نہو۔ان دنوں پوپ اعتقاد نصاریٰ یورپ میں جانشین حضرت عیسیٰؑ اور نفترض الطاعۃ سمجھا جاتا تھا۔دونوں بادشاہوں کے مابین یہ حد مقرر کی کہ جزیرۂ ازورس اور اس جزیرہ ڈی ورڈی کے مغرب میں تیرہ سو میل کے اُدھر جتنے جزائر و ممالک کا شمال سے جنوب تک پتہ لگے ان کی حکومت اندلس کے واسطے ہے۔اور ادھر کے ملک اہل پرتگال کی سلطنت سے ملحق کیے جائیں۔اوس وقت تو یہ تقسیم محض خیالی تھی۔مگر آئندہ اِس کا یہ اثر ہوا کہ جنوبی امریکہ کا بڑا ملک برازیل پرتگال والوں کو مل گیا۔

۲۵ستمبر ۱۴۹۳ء علی الصباح کلمبس پھر امریکہ کی طرف روانہ ہوا۔اِس کے ساتھ بہت سے بیوپاری اور کاشتکار اور صناع و معمار اور پیادہ و سوار بحکم شاہی اور کتنے ہی لوگ سونا پیدا کرنے کی ہوس میں متعدد جہازوں میں سوار ہوکر امریکہ جا پہنچے۔اور کلمبس نے اچھی جگہ ڈھونڈھ کر سونے کی کانوں کے قریب اہل یورپ کی بستی بسائی اور کچھ پیادہ و سوار ایک افسر کے ماتحت کرکے تمام جزیرہ میں پھرنے کا اور رعب قایم کرنے کا حکم دیا۔اور خود جزیرۂ کیوبا کی طرف روانہ ہوا۔وہاں کے لوگ جدھر جدھر یہ گیا اِس کے جہازوں کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے +

(باقی آئندہ)

انقلاب

گذشتہ اشاعت سے آگے

رات بھر کا جاگا ہوا مریض اُٹھا تو دن چڑھے اُٹھا، مگر درد میں افاقہ نہ ہونا تھا نہ ہوا! لیکن پھر بھی رات اور دن میں، زمین آسمان کا فرق ہے۔ نوکر چاکر، بول چال، آمد و رفت، کچھ نہ کچھ دھیان بٹتا ہی تھا، اور تھوڑی بہت کمی ہوتی ہی تھی۔ اُن رئیس صاحب کو بھی خبر ہوئی، میاں رشید کے شاگرد بھی دیکھنے آئے، اور اب دو چار صورتیں اُنکی پٹی کے گرد نظر آنے لگیں۔ سچ تو یہ ہے کہ، اُن بیچارے رئیس صاحب نے بہت کچھ کوشش کی۔ حکیم کو بلوایا، نسخہ لکھوایا، دوا منگوائی، ٹھنڈائی بلوائی، مگر درد بالکل نہ تھما۔ ہاں! رہ رہ کر کسک ہوتی تھی! تھم تھم کر کسک ہوتی تھی! لیکن جب اُٹھتا تھا تو، توبہ توبہ، چھکے ہی چھڑا دیتا تھا۔ ہلکان ہی کر دیتا تھا۔

اِسی تکلیف میں آفتاب خط نصف النہار کو پھلانگ گیا، دن ڈھلا، اور تھانے کے گھنٹے نے دو بجائے۔ اِسوقت رشید پھر تھوڑی دیر سے اکیلے تھے، کہ ایک ڈاکیہ اندر گھسا اور دو خط ہاتھ میں دے گیا۔ خط ہاتھ میں لیتے ہی اِنہوں نے لیٹے لیٹے ایک خط کے لفافے سے کچھ پہچان کر پہلے اُسے کھولا، اور دل ہی دل میں پڑھنے لگے: لکھا تھا

"میاں رشید احمد صاحب!"

"آپ کا خط نہیں، بلکہ والا نامہ صادر ہوا۔ غریب اور سن رسیدہ باپ کو عزت بخشی۔ شاباش! شاباش!! شرمیلے، اور ناک والے ایسے ہی ہوتے ہیں!!! افسوس! صد افسوس!! میں اُسوقت کو نہیں پاتا جب کہ تم جیسے عقلمند اور ہونہار صاحبزادے میرے ہاں پیدا ہوئے تھے۔ اچھا ہوتا کہ تمھاری

قسمت سے مجھے آگاہی ہو جاتی! اور میں تمہیں زندہ درگور کر کے تمام عمر کے لیے اپنے کلیجے پر پتھر رکھ لیتا، مگر اس روسیاہی اور بدنامی سے تو چھوٹ جاتا کیا یہ میرے کلیجے میں برچھیاں چلانے والی بات نہیں ہے کہ جس رشید کے میں نے پچاس روپے ماہوار مقرر کیے، جس کی خوشی کو اپنی مرضی پر مقدم سمجھا جس کے واسطے بیس روپے مہینے کا ماسٹر رکھا، وہ پچیس روپلی پر گھر بار کو چھوڑ، در بدر خاک بسر پھرتا ہے؟ کیا کروں؟ مجبور ہوں، لاچار ہوں، نہ پائے رفتن نہ طاقتِ ماندن، روتا ہوں! اور یا نصیب و یا قسمت کہہ کر رہتا ہوں تم مجھے کہتے ہو کہ میں جب سے آیا ہوں، نوکر ہوں، بچے ہو، آخر تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ کیا میں نے یہ سر دھوپ میں ہی سفید کیا ہے؟ میرے لایق برخوردار! میں بھی غدر کے ایام میں یک لخت دو برس بھوپال میں رہ چکا ہوں، وہاں کی حالت سے واقف ہوں، ابھی بھولا نہیں ہوں، اور اب بھی میرے دو ایک مرے گرے روشناس وہاں زندہ ہیں، جنکی بدولت آپ کے اشغال و و اطوار خوب معلوم ہوتے رہے ہیں - خیر جو کچھ کیا اچھا کیا! اور جو کچھ کرتے ہو اچھا کرتے ہو، تم جانو تمھارا کام، مجھے کیا؟ مجھ سے معافی چاہتے ہو، اور اُس سے خطا معاف نہیں کراتے جسکے خطادار ہو، جسکی حق تلفی کی سزا میں گرفتار ہو اور جسپر تم نے وحشیانہ ظلم کیا ہے - سچ تو یہ ہے کہ تمھاری طبیعت پاجی پرست ہے، تم شریفوں کی قدر کیا جانو؟ خیر تم آنکی اجازت مانگتے ہو - آؤ! تمھارا گھر ہے، لیکن ایک غیور دل اور ایک عالی دماغ، لیکر آنا - اور بے حیائی اور بد اطواری کا جامہ، جو تم نے مدت دراز سے زیب تن کر رکھا ہے، ہمیشہ کے لیے اتار کر آنا - اسطرح آؤ تو آؤ! ورنہ کبھی بھولکر بھی اس دہلیز پر قدم نہ رکھنا! جہاں تمھاری طبیعت چاہے

جاؤ! اور جسقدر خاک چاہو اڑاؤ! نہ آیندہ کبھی مجھے خط لکھنے کی جرأت کرنا! اور نہ کسی سے یہ کہنا کہ میں تمھارا باپ ہوں! ہم سب تمھارے لیئے مر گئے! اور تم ہماری طرف سے دنیا میں نہیں ہو!! فقط راقم تمھارا بدنصیب ناصح ......

آپ سمجھ سکتے ہیں اِس خط نے کیا کیا؟ نہ پوچھئے - ایک غریب الوطن، ایک بیمار، ایک غمزدہ کی آس توڑدی - اُس کا دل بے چین ہوا، اُس کی طبیعت بگڑی، اُس کا درد بڑھا، اُس کی تکلیف میں زیادتی ہوئی، اُس نے ضبط کرنا چاہا، مگر کہاں - وہ دیکھیئے گرم گرم آنسو نکل ہی پڑے! اڑیاں بندھ گئیں!! اور وہ دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر رونے لگا!!! ہائے! خدا دشمن پر بھی نہ ڈالے مصیبت بُری بلا ہے - یہ انسان کے حواسوں پر بنا دیتی ہے، یہ دماغ کو معطل کر دیتی ہے، رشید گھنٹہ بھر رویا مگر دوسرے خط کا خیال بھی نہ آیا - جب آنکھوں نے کسیقدر فرصت دی، اور آنسوؤں کا سیلاب رُکا تو دوسرا خط یاد آیا: جسکو اسنے نہایت مایوسی کے ساتھ کھولا، اور رُک رُک کر پڑھنے لگا - وہ الفاظ جنپر اسکی نظریں آہستہ آہستہ چل رہی تھیں یہہ تھے:-

"میرے پیارے شوہر!"

آج بہت دنوں کے بعد تمھاری خیریت اباجان کی زبانی معلوم ہوئی جس روز سے تم گئے ہو کسی طرح طبیعت کو قرار ہی نہیں؛ رہ رہکر یہہ ہی سوچتی ہوں کہ تم مجھہ سے ناراض ہو کر گئے ہو، سوائے اِس کے اور کوئی جانیکی بات نہ تھی - میں غریب لاچار ہوں، اور سوائے خدا کے اور تمھارے کوئی میرا وارث ونگران نہیں - جب تم ہی ناراض ہو گئے تو بتاؤ میں کس اُمید پر جیوں - میں ہر وقت خطاوار ہوں، قصوروار ہوں، بُری ہوں، نالایق ہوں، بدنصیب ہوں مگر تمھاری ہوں - تم اگر ناراض ہو تو خدا کے لیئے معاف کر دو، میں ہاتھہ جوڑ کر معاف کراتی ہوں - اور ہاں! مجھہ دکھیاری سے خفا ہو کر تم اپنا بھرا پُرا گھر کیوں چھوڑتے ہو؟ میں حاضر ہوں، تم آؤ! اور جو کچھہ سزا چاہو مجھے دو - میں اگر

ہوں بھی کروں، یا مجھے دریغ ہو تو جو چور کا حال سو میرا حال۔ واقعی مجھے تمھیں آرام نہیں پہنچا۔ میں بدتمیز ہوں، جو کچھ ہوں تمھاری لونڈی ہوں۔ میرا کوئی اور ٹھکانا بھی نہیں جہاں میں جا پڑوں۔ صرف تمھارا گھر ہے جسمیں ساری عمر تیر کرنی ہے۔ اگر کوئی ایسا بڑا قصور مجھ سے ہو گیا ہے جو تم معاف نہیں کر سکتے تو خیر میں اِس دنیا ہی کو چھوڑ دونگی۔ جاؤں گی، مگر تمھاری دہلیز سے زندہ نہ جاؤنگی۔ فقط"

"تمھاری خطاوار۔ بدقسمت زُبیدہ"

گرم سُرخ توے پر ٹھنڈے پانی کا چھینٹا کیا کرتا ہے؟ اور گرمیوں کی تپتی ہوئی زمین پر دس پانچ منٹ کی بارش کیا اثر دکھاتی ہے؟ یہ ہی نا! کہ اور زیادہ بھڑکا دیتی ہے، بخارات کے بھپکے دُگنے ہو جاتے ہیں۔ بس یہ ہی زبیدہ کے نرم اور ملایم الفاظ نے کیا۔ رشید کی سنبھلنے والی طبیعت پھر گھٹی، پھر گذری ہوئی باتیں یاد آئیں، اور پھر کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ یہ گھبرا کر اُٹھے، پھر بے چین ہو کر لیٹے، اور پھر اشک اُمڈے برس گئیں آنکھیں، یہانتک کہ دل اِن کے اختیار سے باہر ہوا اور انھوں نے بہت زور سے ہائے ہائے کے نعرے مارنے شروع کر دیئے۔ اِس غُل میں وہ رئیس صاحب بھی آ گئے، اور اُنھوں نے گھبرا کر حکیم صاحب کے بُلانے کے ساتھ ہی، ان کے والد کے نام ایک تار بھی دے دیا کہ "رشید سخت علیل ہیں، فوراً آؤ"۔ ایک دن اور ایک رات غریب رشید کو بڑی تکلیف میں کٹی، کہ دوسرے روز اُن کے بہنوئی آئے اور رات کی گاڑی سے غم زدہ اور بیہوش رشید کو اپنے ساتھ لے گئے۔

(باقی آیندہ)

اُردو سبھا

بعض حضرات پوچھتے ہیں کہ جب اُردو سبھا کی تحریک ہر طرح سے پسند کی گئی ہے اور اطراف و جوانب سے اُس کی تائید ہوئی ہے تو قایم ہونے میں اب دیر کیا ہے۔ فوراً ایک جلسہ کیا جائے اور اُس کی بنیاد ڈالدی جائے اُن حضرات کی ہمدردی اور گرمجوشی تو قابل شکریہ و داد ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ انہوں نے میری ابتدائی تجویز کو غور سے نہیں پڑھا۔ کیونکہ اُس میں یہ صاف لکھا تھا کہ آیندہ سال یعنے ۱۹۱۰ء میں کوئی تاریخ اُردو سبھا کے پہلے جلسۂ عام یا کانفرنس کے لیے مقرر ہو گی۔ اور وہ جو ایک جلسۂ مشورہ اُس سے پہلے منعقد ہونا ہے۔ اِس کے لئے بھی میرا خیال یہ ہے کہ کوئی ایسی تاریخ مقرر ہو کہ باہر سے جو صاحبان شریک ہونا چاہیں وہ بآسانی شامل جلسہ ہو سکیں۔ جتنی بڑی اور جتنی عالیشان یہ تجویز ہے۔ اِس کا اہتمام بھی ہر اعتبار سے اِسی پیمانے پر ہونا واجب ہے۔ یہ مناسب نہ ہو گا کہ اِس کا کوئی جلسہ بالکل مقامی حیثیت رکھے۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ کچھ صاحب دوسرے مقامات سے بھی شریک ہو سکیں اور کم از کم دور دور از مقامات کے احباب کی رائیں فیصلہ طلب امور کی نسبت پہنچ سکیں۔

اُردو جسقدر محتاج خدمت و توسیع ہے اُس کا احساس اب عام ہوتا جاتا ہے اور جا بجا مجلسیں قایم ہو رہی ہیں۔ جن کا مقصد اُردو کی خدمت اور ترقی ہے اِن سب مجالس کے قایم ہونے سے مجھے سچی مسرت ہوتی ہے اور انہی سے یہ امید پیدا ہوتی ہے کہ اگر اُردو سبھا کی وہ صورت جو میرے

ذہن میں ہے عالم خیال سے عالم وجود میں آگئی تو اِن انجمنوں کے کارکن اِس کے دست و بازو ہوں گے - اور یہ نہ صرف امید ہی امید ہے - بلکہ بعض مجالس کی طرف سے مجھے اِس قسم کی امداد کا یقین بھی دلایا گیا ہے - چنانچہ لاہور میں کچھ عرصہ سے ایک سوسائٹی بزم اُردو کے نام سے قایم ہے اُس کے اراکین نے ایک وفد کے طور پر تشریف لاکر اپنے اِس عزم کا اعلان کیا - کہ وہ ہر طرح کی امداد اُردو سبھا کے قایم ہونے کے موقعہ پر دیں گے اِس سوسائٹی کے ہفتہ وار جلسے کچھ عرصہ سے شروع ہوئے ہیں - جن میں اچھے اچھے مضامین نظم و نثر پڑھے جاتے ہیں - دو جلسوں میں مجھے بھی شریک ہونے کا موقعہ ملا ہے اور مینے اُن جلسوں کو مفید اور کارکنانِ بزم کو شوقِ خدمت اُردو میں سرگرم دیکھا - بزم اُردو کے جلسوں کی خبر اخبارات میں پڑھکر اور ایک جلسہ میں میرا نام بحیثیت صدر جلسہ پڑھ کر کچھ لوگوں نے مجھے خطوط لکھے ہیں - جن میں مجھے "بزم اُردو" قایم کرنے پر مبارکباد دی ہے مینے ان حضرات کو نجی کے خطوط میں تو اطلاع دے دی ہے اور اب بذریعہ رسالہ بھی رفع شک کرتا ہوں - کہ "بزم اُردو" کے قایم کرنے میں میرا کوئی حصہ نہیں - حاجی رحیم بخش صاحب - منشی بشیر حسین خاں صاحب - مولوی محمد حلیم صاحب انصاری خواجہ دل محمد صاحب ایم - اے - و دیگر اصحاب "بزم" کے بانیوں اور ممبروں میں ہیں - میں فقط اُس کے بہی خواہوں میں ہوں -

مخزن بابت ماہ مئی کے بعد جسمیں وہ خطوط شایع کیے گئے تھے جو ہر مذہب و ملت کے احباب کیطرف سے اُردو سبھا کی ضرورت کے متعلق آئے تھے - اِس قسم کی تائیدوں اور حوصلہ افزائیوں کی اطلاع شایع نہیں ہو سکی - اس اثنا میں معززین معاصرین میں سے

دو رسالوں نے زبردست تائید کی ہے۔ جو خصوصیت سے قابل ذکر ہے سب سے بڑھکر امید دلانے والی تائید تو لکھنؤ سے آئی ہے۔ میرے نزدیک لکھنؤ سے اُردو سبھا کی حمایت کی صدا بلند ہونا گویا اس تجویز کا چل نکلنا ہی کیونکہ لکھنؤ زبان اُردو کا ایک بہت بڑا اور مستند مرکز ہے۔ وہاں کچھ عرصہ سے ایک گلدستہ نظم و نثر کا نکلتا ہے جس کا نام معیار ہے۔ اور جو اپنے رنگ میں ایک اعتبار خاص حاصل کرچکا ہے۔ اسمیں دو مضمون لکھنؤ کے دو مشہور مضمون نگاروں کے قلم سے نکلے ہیں۔ میرے غائبانہ عنایت فرما میرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی نے اس تجویز کی تائید بالفاظ ذیل کی ہے

"دسمبر ۱۹۰۸ء کے رسالہ مخزن میں شیخ صاحب کی ایک مہتم بالشان رائے دیکھکر اُردو کے بہی خواہوں کو جو مسرت ہوئی اس کو ان کا دل ہی جانتا ہے۔ کیونکہ یہ تجویز ایسی نہیں کہ کسی ہمدرد کے دماغ میں نہ پیدا ہوئی ہو مگر اسکی اہمیت نے کسی کو ابھرنے نہ دیا۔ اس وقت یہ تحریک اُن کی منتہائی مراد ہے۔ جناب شیخ صاحب! آپ کا قدردان عزیز۔ اور انجمن معیار آپ کی اس بیش بہا تجویز پر اتفاق کا ہاتھ اٹھائے ہے جس قدر کام ہم لوگوں سے ہوسکتا ہے۔ وہ اپنے ذمہ ہمت پر لینے کو تیار ہیں عمل کارروائی شروع ہوتے وقت اس کے دستور العمل پر گہری نظر ڈالی جائے گی۔ اس وقت تائید کی آوازیں بلند ہیں۔ کہ اُردو کو ایک ایسی مجلس کی سخت ضرورت ہے"

دوسرا مضمون جو معیار میں شائع ہوا ہے وہ جناب محشر لکھنوی کے قلم سے نکلا ہے اس میں سے یہ تھوڑا سا اقتباس بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

ہمارے دوست اڈیٹر مخزن کی تحریک و تجویز پر لکھنؤ یا دہلی کے

علاوہ اور اہل قلم کمر ہمت مضبوط باندھ لیں تو بہت جلد یہ خارزار گلستان نظر آئے گا۔ کسی جگہ اور کسی مقام پر کوئی متنفس ایسا نہیں جو شیخ عبدالقادر صاحب کی اِس بیش بہا تجویز کا تہ دل سے لبیک کہہ کر مؤید نہ ہو۔ ہم سب ہندوستان کے باشندے ہیں۔ ہماری زبان اُردو ہے اس اُردو کے دامن عاطفت میں جن جن علوم نے پرورش پائی اِس کو سب جانتے ہیں۔ بڑی بڑی مبسوط کتابیں۔ دیگر علوم کے درس و تدریس کے وقت انجام کار زبان عالم سے متعلم کے سامنے اُردو میں حل ہو کر پانی ہو جاتی ہیں۔ واعظوں کے دل و دماغ میں جو کچھ بھی ہو اسکو خدا جانے مگر منبر پر زبان اُردو۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ لکچرار کوئی ڈگری کیوں نہ حاصل کئے ہوئے ہو۔ اِس کے خیالات عرش کمالات کی اعلیٰ بلندی پر متمکن ہوں۔ لیکن اسٹیج پر ہزاروں اَن پڑھ سننے والوں کے افہام و تفہیم کے وقت اُردو ہی سے مشکل کشائی ہوتی ہے۔ نامی نامی اخبار انگریزی یا کسی اور زبان میں ہوں۔ اُن کے روشن صفحات پر قابل نامہ نگاروں کے مضامین کی یہ حالت رہتی ہے کہ جیسے جواہر اور دربار بادشاہ۔ مگر اُردو میں ترجمہ ہونے کے بعد یہ صورت ہوتی ہے کہ جیسے بارش باران رحمت۔ اور فائدہ عام۔"

یہ تائیدی رائیں جو اب آرہی ہیں۔ ان میں بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ محض شخصی رائیں نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ایک جماعت ایک ایک گروہ کی رائے ظاہر کرتی ہیں۔ رسالہ ترقی نے جو لاہور میں عیسائی "ریلجس بک سوسائٹی" کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔ اپنے جون کے پرچہ میں ایک مدلل مضمون "اُردو سبھا" کے عنوان سے لکھا ہے

جس سے کامل امید پڑتی ہے کہ ہماری عیسائی دوست اِس تحریک میں ہمارا ہاتھ بٹانے سے دریغ نہ کریں گے۔ اِس مضمون میں سے بھی تھوڑا سا حصہ بطور نمونہ درج کرنا ضروری ہے!۔

"ہمیں ہماری حالت پر سخت افسوس آتا ہے کہ کسی علم و فن کی ترقی کے واسطے کوئی سوسائٹی موجود نہیں ہے۔ اگر کہیں کوئی ہے بھی تو تحقیقات اِس کا مقصود نہیں۔ بلکہ اختلافات اور تنازعات باہمی کو بڑھانے اور دوستانہ تعلقات کو برباد کرنے کی کوشش کرتی ہے ایسی کوئی انجمن نہیں ہے۔ جس کا مقصود ایسا وسیع اور اعلے ہو جس کی ترقی کے لیئے تمام فرقے اور گروہ مِل کر کوشش کریں اور ہمارے ہاں کی ہفت رنگی آبادی اِس میں دل و جان سے شریک ہو۔ اِس ضرورت کو معصر مخزن کے پروپرائٹر شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر نے محسوس کر کے اُردو سبھا کے قیام کی تحریک پیش کی ہے اور اپنے رسالہ میں ہر مہینے کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں۔ اِس کی غرض زبان اُردو اور اِس کے ادبیات کی ترقی اور اشاعت ہے۔ اِس کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ اور سبھاؤں اور انجمنوں کو جو اِسی قسم کے اغراض و مقاصد کی بہبودی و بہتری کے واسطے قایم کی گئی ہیں۔ نقصان پہنچائے۔ شیخ صاحب موصوف کی تجویز نہایت معقول ہے۔ ہمیں اِس سے پوری ہمدردی ہے"

رائیں تو اور بھی بہت سی قابل اندراج ہیں مگر اِس مرتبہ انہی دو تین انتخابات پر اکتفا کرنے میں اُن سب حضرات سے جو مشورہ ابتدائی میں شریک ہونے پر آمادہ ہوں یہ دریافت کرنا چاہتا

ہوں- کہ اکتوبر میں کوئی تاریخ اِس جلسہ کے لیئے مقرر کرنے کی نسبت اُن کی کیا رائے ہے- ماہ اکتوبر کا آخری شنبہ و یکشنبہ یعنی ۳۰- و ۳۱- تاریخ بظاہر موزوں دن ہیں- اگر اُن پر کثرت رائے سے اتفاق ہو جائے-

احباب جلد اپنی رائے سے مستفید فرمائیں تو کوئی تاریخ ابتدائی جلسۂ مشورہ کے لیئے مقرر کی جائے- اور اِس میں یہ بھی طے ہو جائے کہ کانفرنس یا جلسۂ عام سال آیندہ میں کہاں اور کن دنوں میں منعقد ہو۔

عبد القادر

غربت

سہتے ہیں بہت رنج مسافر کو سفر میں
راحت نہیں ملتی کوئی دم آٹھ پہر میں

سو شغل ہیں پر دھیان لگا رہتا ہے گھر میں
پھرتی ہے سدا شکل عزیزوں کی نظر میں

سنگ غم فرقت دل نازک پہ گراں ہے
اندوہ غریب الوطنی کاہش جاں ہے

گو راہ میں ہمراہ بھی ہو راحلہ و زاد
جاتی نہیں افسردگیٔ خاطر ناشاد

جب عالم تنہائی میں آتا ہے وطن یاد
ہر گام پہ دل مثل جرس کرتا ہے فریاد

اِک آن غم و رنج سے فرصت نہیں ہوتی
منزل پہ بھی آرام کی صورت نہیں ہوتی

ہمراہ سفر میں ہوں اگر حامی و ناصر
منزل پہ کمر کھول کے سوتے ہیں مسافر

جب ہو سفر خوف پریشانیٔ خاطر
شب جاگتے ہی جاگتے ہو جاتی ہے آخر

ہر طرح مسافر کے لیے رنج و تعب ہے
رہ جائے بس قافلہ تھک کر تو غضب ہے

(رانیس)

دو ستارے

آئے جو قِراں میں دو ستارے	کہنے لگا ایک دوسرے سے
یہ وصل مدام ہو تو کیا خوب	انجام خرام ہو تو کیا خوب
تھوڑا سا جو مہرباں فلک ہو
ہم دونو کی ایک ہی چمک ہو
لیکن یہ وصال کی تمنا	پیغام فراق تھی سراپا
گردش تاروں کا ہے مقدر	ہر ایک کی راہ ہے مقرر
ہے خواب ثبات آشنائی
آئین جہاں کا ہے جدائی

اقبال

رایتِ اسلام

افسوس کی بات ہے کہ حضرت بیان یزدانی مرحوم جیسے قادر الکلام اور باکمال شاعر کلام ایسے پردۂ گمنامی میں چھپا ہو کہ ڈھونڈے سے بھی نہ مل سکے حال میں ایک صاحب (جنکا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں) رامپور تشریف لائے مجھ سے بھی ملاقات ہوئی معلوم ہوا کہ شاعر ہیں۔ اُن کے شعر سنے ایک مرتبہ وہ حضرت میرے مکان پر تھے میں نے اُن سے کلام سنانے کی فرمائش کی کہا کہ مینے ایک مشہور قصیدہ پر تضمین کی ہے جسکا مطلع ہے۔

شب سر شوریدہ بالیں پر مرا اک جانہ تھا	دلمیں تھا اِک جوش لب پر نالۂ مستانہ تھا

مینے قبل اُن کی تضمین سننے کے یہ کہدیا کہ حضرت بیان و یزدانی نے بھی اُس قصیدہ پر تضمین کی ہے سو وہ میرے پاس ہے - یہ سنتے ہی اُنھوں نے اپنی تضمین تہ کر کے جیب میں رکھ لی اور فرمایا کہ اول آپ وہ تضمین سنایئے مینے بہت اصرار کے بعد سنائی کہا کہ اب میں اپنی تضمین نہیں سنا سکتا اسلیئے کہ اسکی بندش سست ہے - ٹھیک کر کے سناؤں گا - بعد کو معلوم ہوا کہ بجنسہ وہی تضمین ہے جو بیان مرحوم کی میرے پاس تھی - یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک کتاب میں بھی میرے کئی مسدس وغیرہ ہیں - مینے دیکھا تو اُسمیں سب کلام حضرت بیان کا ہے - افسوس ایسے باکمال شاعروں کا کلام ایسے نا اہل اور نا قدر شناس لوگوں کے ہاتھ لگ جائے - اس کی یہی وجہ ہے کہ ابتک اُن کا کلام بحیثیت مجموعی کہیں نہیں چھپا - حضرت بیان کی یہ نظم جو آج ہدیہ ناظرین کرتا ہوں کہیں پرانے کاغذوں میں مل گئی تھی -

حامد حسین قادری بچھرایونی

سناؤں ہمنفس آ تجھ کو داستاں اپنی
کہ تھا میں گردش گردوں سے ایک شب محزوں

یہ مجکو اپنی پریشانیوں سے کھٹکا تھا
کہ انتہائے تردد سے ہو نجائے جنوں

پڑا پلنگ پہ چیت دونوں ہاتھ ملتا تھا
کہ دور سے نظر آتا تھا طالع واژوں

ہوا یہ ضعف کہ یکبار ہو گئی بند آنکھ
پڑا کچھ آنکھ کے پردہ پہ خواب نے افسوں

فضائے عالم رویا میں سیر کو نکلا
میں ایک سمت جو پہونچا تو دیکھتا کیا ہوں

پڑا ہے جانب مشرق لٹا ہوا اک شہر
اور اُسکے حال پہ روتے ہیں بام و سقف و ستوں

مٹے ہوئے نظر آئے بہت سے نقش و نگار
گرے ہوئے نظر آئے مکان بوقلموں

ہے وسط شہر میں افتادہ اک رفیع حصار
پر اُس کھنڈر سے نمایاں ہے قدرت بیچوں

اور اُس حصار میں دارالامارہ کی دیوار
ڈھئی ہوئی بھی ہے گویا شکوہ سے افزوں

گڑا ہوا ہے نشاں اُسکے بابِ عالی پر
گرا ہے کوہِ الم اسلیے کمر ہے نگوں

زبسکہ ضبط کا یارا نہ تھا میں رہ نہ سکا
علم کے پاس گیا لیکے انتشارِ دروں

دہواں یہ سنکے اُٹھا اُس علم کے سینے سے
اور اُس نے ہوئیں ہویدا یہ نالے اسطرح موزوں

کہ ہے بیان یہی بستی مدینۃ الاسلام
میں ہی ہوں رایتِ دینِ خدائے کن فیکوں

تو دیکھتا ہے اس اجڑے ہوئے دیار کو کیا
چراغِ چشم جہاں تہا یہ بقعہ مسکوں

شہوں کو فخر تہی اِس کی آستاں بوسی
سرِ نیاز جہکاتا تھا گنبدِ گردوں

جہاں کے ذی ہنروں کا ہجوم تہا اتنا
کہ یہ زمین تہی ستاروں بہرے فلک سے فزوں

وہ اُنکی چاند سی پیشانیاں چمکتی تہیں
کہ اُنسے لیتے تھے انجم سعادتوں کے شگوں

اِسی سواد میں روشن تھا معرفت کا چراغ
یہیں تہیں جلوہ نما نورِ کبریا کی شیوں

لگا ہوا تھا وہ اعجازیاں کی ٹھوکر سے
کہ چل سکا نہ کسی کا کبھی فریبِ فسوں

زمیں لرزتی تہی جنبش سے جن شجاعوں کی
وہ میری چھاؤں میں رہتے تہے سب جنود و قشوں

لیا اُتار سرِ یزدجرد سے دیہیم
گئے خراب ہو توقش کی بارگہ کے ستوں

سموں سے پرزے کیا رومیوں کے قاقم کو
قدم سے ٹکڑے کیا روحیوں کا سقلاطوں

کلاہِ خسروِ ایران کا بخ کیا اطلس
قبائے ہرقلِ رومی کا لٹ گیا اکسوں

سپہر گونج رہا تھا یہاں کے ڈنکے سے
تھی چار دانگ جہاں میں کڑم کڑم دندوں

جنہوں نے صورتِ فرعون سر اُٹھایا تھا
یہاں کی گرد سے دب دب کے مٹ گئے قاروں

یہیں کے ڈر سے شہنشاہ بولجاتے تہے چیں
یہیں کی دہاک سے منہ زور کر نہ سکتے تہے چوں

اِنہیں کی قوتِ بازو سے ہٹتے تہے کہسار
انہیں کی جنبشِ زانو سے ہلتے تھے ہاموں

وہ اپنے خون سے غزامیں سنگہار کرتے تہے
کہ فتح و نصرت و اقبال اونکے تہے مفتوں

اِسی سبیل سے سیراب تہے زمین و زماں
اسی سحاب سے شاداب تہے علوم و فنوں

آہ آہ

وہ لہر بہر وہ ٹھاٹھ آسمان نہ دیکھ سکا — وہ شان بان مٹا کر رہا زمانۂ دوں
بتا کہاں ہے وہ عباسیوں کا جاہ و جلال — کہ جن کے حال پہ بغداد رو رہا ہے خوں
کیا تنزل عالم نے سبکو زیر و زبر — جو تخت پر تھے مکین زیر تختہ ہیں مدفوں
زمیں کے تنگ شکنجہ میں پھنس گیا منصورؔ — لحد کے کیڑے مکوڑوں میں بٹ گیا ماموں
جہاں میں گونجتے تھے جنکے نعرۂ تکبیر — گئے وہ شہر خموشاں میں چپکے چپکے یوں
پہنکے بیٹھتے تھے جو حریر عزّ و بہا — ہوئے اٹی ہوئی کملی سے خاک میں مکفوں
گیا ہے دین حجازی کا قافلہ وہ بچھڑ — وہ سارباں وہ شتر وہ سوار ہیں شیہوں

رایت اسلام کہہ رہا ہے

تھے اپنے سایۂ رحمت میں جو گل و ستاں — تھے اپنے دامن دولت میں جو دُرِ مکنوں
پڑے ہیں آج جدا میرے سُرخ پرچم سے — طبق زمین کا جن موتیوں سے تھا مشحوں
لگائے رہتے تھے چھاتی سے مجکو جو شہزور — اُٹھاتے تھے وہ مری جھونک ہوتی تھی ممنوں
کھڑا ہوں خاک پہ چپ چاپ سا تحیر میں — کہاں گئے وہ رفیق اور کدہر وہ راہنموں
وہ مجکو جانتے تھے سرو قامت اک معشوق — تھی زلف لیلی پرچم سے الفتِ مجنوں۔

نہ پوچھہ حال مرا چوبِ خشک صحرا ہوں
لگا کے آگ مجھے کارواں روانہ ہوا

ابرِ نوبہار

بپاس خاطر رندانِ بادہ خوار برس — برس برس کے دن آئے ابر نوبہار برس
دعائیں مانگی ہیں ساقی نے کھولکر زلفیں — بسان دست کرم ابرِ دجلہ بار برس

کمی نہ بادہ پرستوں کے جوش میں ہوگی ہزار بار برس یا کہ لاکھ بار برس

جہاں وہ دشت و گلستاں ہیں بھر دے آب جل تھل نکال خوب سا دلمیں جو ہے بخار برس

نگاہ جانب قبلہ ہے منتظر ہوں میں ہوئے ہیں چار پہر آج مجکو چار برس

کوئی تو تربتِ عاشق پہ رونیوالا ہو ذرا چمن میں برس کر سر مزار برس

بس انتظار ہی تیرا ہے بادہ نوشوں کو لیئے ہیں ہاتھ میں ساغر ترے نثار برس

رکھا ہوا ہے خمِ مے چنے ہیں سب ایاغ مرے خدا یو ہیں برسے گھٹا ہزار برس

مقابلہ پہ اگر تیری پست ہے ہمت تھمی ہوئی ہے مری چشمِ اشکبار برس

دلوں میں کچھ تو جمادات کی پڑے ڈھنڈک نکل رہے ہیں ہر اک سنگ سے شرار برس

شباب حسن کی گرمی بڑھی ہوئی ہے بہت دلوں کو شعلہ مزاجوں کے ہو قرار برس

گلوں سے بھر گئیں ہیں جھولیاں زمیں کی سب نمو کا جوش ہے ہاں تو بھی بار بار برس

چمن ہو وسعت آبادی جنوب و شمال سوئے یمین برس گہ سوئے یسار برس

صدف ہے قلزم متواج میں کشادہ دہن گہر فشاں ہو اے ابر قطرہ بار برس

پرانے داغ جو ہیں دلمیں پھر سے ہوں تازے سر زمین گلستانِ لالہ زار برس

بڑھائے جوششِ دل سبزی پہاڑوں کی رواں ہو چادر بارانِ آبشار برس

چمک رہی ہیں تپ غم سے بجلیاں دلمیں گھٹائیں غم کی اٹھیں ابر نو بہار برس

ترے کرم سے ہی باران لطف ساقی بھی قریب مسکن رندان میگسار برس

تجھے بھی جوش ہی آواز رعد کہتی ہے بھرا ہوا ہے میرے سر میں بھی خمار برس

نظر فریب بنا چوٹیاں پہاڑوں کی بسوئے وسعتِ دامانِ کوہسار برس

نگار و ساقی و مینائے مے کی صحبت ہے بقدر ذوق تماشائیانِ یار برس

دکھاؤں جوشِ نہال طبیع کا میں بھی زمانہ دے مجھے مہلت جو پانچ چار برس

عزیز رشحۂ افکار نو سے ہی سرخوش اگر ہو جوش تو اے ابر نو بہار برس

مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی

پہاڑ کا منظر

ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوائے خوشگوار
زندگانی بخش ابر کوہسار

کیا لکھوں کیفیت خوش سبزہ زار
کیا کہوں گلہائے خودرو کی بہار

مینہ کے قطرے بنکے دُرِ شاہوار
ہو رہے ہیں قدرتِ حق پر نثار

لے گیا دل سبز رنگ اشجار کا
حُسن دلکش اور جوبن کا اُبھار

لالہ رویانِ جہاں کو چھوڑ کر
کر تماشائے جہانِ لالہ زار

قدرتوں میں ندرتیں ہیں جلوہ گر
ندرتوں میں سینکڑوں نقش و نگار

دیکھکر گلہائے رنگا رنگ کو
یاد آتا ہے خدائے کردگار

کوہ کے اِس سلسلہ کو دیکھکر
معرفت کا بندہ گیا ہے ایک تار

شوکت و اجلال باری دیکھکر
خوف سے روتی ہے چشمِ آبشار

سنگ کا دل بہ رہا ہے پھوٹ پھوٹ
کہ رہا ہے یہ بچشمِ اشکبار

خوف سے شق ہو گیا سینہ مرا
تیرے قرباں جاؤں اے پروردگار

اللہ اللہ کوہ کی شادابیاں
نام کو دل میں نہیں باقی غبار

دل لُبھا جاتی ہے کویل کی صدا
چٹکیاں لیتی ہے دل میں بار بار

ہے دھواں یہ یا کہ انبوہ درخت
سرخ پھول اُسمیں ہیں مانند شرار

دیبیاں ہیں اونچی اونچی چوٹیاں
ہے گلے میں حُسن کے پھولوں کا ہار

معرفت کے باب کھل جائیں تمام
وا اگر ہو جائے چشمِ اعتبار

ہیں نرالے ہی یہاں کے روز و شب
کیا انوکھے یاں کے ہیں لیل و نہار

زندہ کر دیتی ہے تن کو مینہ کی بوند
تازہ کر جاتی ہے آنکھوں کو پھوار

لوٹ لو ثاقب مزے کہسار کے
پھر کہاں تم اور کہاں فصل بہار

(محمد نواب خان ثاقب)

تازہ غزلیں

بحالِ زار بیٹھے ہیں ذلیل و خوار بیٹھے ہیں
نکلکر اسکی محفل سے پسِ دیوار بیٹھے ہیں

ستائے دل جلے بہرِ فغاں تیار بیٹھے ہیں
کہاں کی دل لگی یاں جان سے بیزار بیٹھے ہیں

مٹانیکو ہمارے لاکھ سر پٹکا زمانہ نے
مگر ہم سخت جاں اب تک بحالِ زار بیٹھے ہیں

کوئی سمجھے کہ ہم دنیا کے سارے کام کر بیٹھے
جو یوں بےفکر بیٹھے ہیں جو یوں بیکار بیٹھے ہیں

متاعِ دو جہاں سے تھا فقط نامِ سلف باقی
صنم خانہ میں ہندوستاں کے وہ بھی ہار بیٹھے ہیں

چڑھا تھا کس بلا کا نشہ صدیوں میں نہیں اترا
وہی مخمور بیٹھے ہیں وہی سرشار بیٹھے ہیں

یہ میدانِ ترقی بھی غضب کی ہے کٹھن منزل
کہ جب کے دس قدم چلنے میں ہم سو بار بیٹھے ہیں

انیسانِ قفس پرواز کرتے ہیں عقاب آسا
مگر ہم سر جھکائے شکلِ بوتیمار بیٹھے ہیں

زباں چپ کچھ آفت نہ لائے کم زبانو پر
گھرے چاروں طرف اپنے غیارِ ستمگار بیٹھے ہیں

وفا کے مدعی بنتے تھے جو اہلِ وطن کل تک
چڑھائے آستینیں سرِ پیکار بیٹھے ہیں

رسائی اپنی بزمِ یار تک اعجاز مشکل ہے
کہیں دربان بیٹھے ہیں کہیں اغیار بیٹھے ہیں

مرزا اعجاز حسین اعجاز

رخصت اے صبر اس ستمگر کو عتاب آہی گیا
مژدہ باد اے نالہ وقتِ اضطراب آہی گیا

لیکے دلکو یوں ہوئے خواہاں وہ جانِ زار کے
چار و ناچار اپنی آنکھوں کو حجاب آہی گیا

پندِ ناصح کارگر جب تھی کہ ہم آزاد تھے
اب تو اک بت پر دلِ خانہ خراب آہی گیا

مر گیا بیمارِ غم کروٹ جو بدلی ضعف سے
عالمِ ہستی تھی آخر انقلاب آہی گیا

میرے نالے سننے کی آخر کو عادت ہو گئی
جاگنے والوں کو دنیا بھر کا خواب آہی گیا

قصد مینوشی سے تمہیدِ وصلِ دوست تھی
کھنچ کے ہونٹوں تک یہ جامِ شراب آہی گیا

بخت نالہ صور سے ہو گی قیامت ہی بپا | اہل دل سن لو مرے دل کا جواب آ ہی گیا
جاتے جاتے رُخ سے گیسو تک نظر ہوش اُڑ گئے | شام بھی ہونے نہ پائی تھی کہ خواب آ ہی گیا
چشم بد دور اس ادا پر دیکھنے والے نثار | تکتے یوں لیٹے ہیں گویا انکو خواب آ ہی گیا
کسقدر نظارہ نازک مزاجی سہل ہے | جب ذرا سی چھیڑ کی اُنکو عتاب آ ہی گیا

جاتے تھے توبہ کو محشر کر کے ترک انتظار
ناگہاں وہ مست صہبائے شباب آ ہی گیا

محشر لکھنوی

نظر جو آئی دلِ داغدار کی صورت | چمن کا رنگ بھی بھولا ہزار کی صورت
بدل کے رنگتیں برق و شرار کی صورت | جو دیکھی میرے دلِ بیقرار کی صورت
خدا نہ رنگ دکھائے شبِ جدائی کا | نظر نہ آئی کسی غمگسار کی صورت
اُٹھا اُٹھا کے ہمیں ضعف دیکھو لے آیا | تمھارے کوچے میں نکلی مزار کی صورت
ہُوا ہے سوکھ کے کانٹا جدائی گل میں | یہ ہو گئی ہے مرے جسمِ زار کی صورت
کسی کے عارض رنگیں کی یاد ہے دل میں | شگفتہ رہتا ہے باغ و بہار کی صورت
لگی ہوئی ہیں شبِ وعدہ سوئے در آنکھیں | بنا ہوں میں ہمہ تن انتظار کی صورت
خوشی سے پھولے سماتے نہیں ہیں پھر میخوار | نظر پھر آ گئی ابر بہار کی صورت
پھنساتے ہیں مرا دل دامِ عشق میں صیاد | یہ خوب سوجھی ہے انکو شکار کی صورت
بٹھا عدو کو نہ اے دوست اپنے پہلو میں | ہمارے دل میں کھٹکتا ہے خار کی صورت
کہیں ٹھہرتے ہیں شب کو نہ دن کو رہتے ہیں | بنے ہیں گردش لیل و نہار کی صورت
سوالِ وصل کا اچھا جواب آیا ہے | بنا کے بھیج دی ظالم نے دار کی صورت
ہمارے سامنے آنکھیں لڑا نہ غیر سے | ستم کی شکل بنی کیسی پیار کی صورت

کہاں کا عزم ہے سرحد کیا ارادہ ہے
کہ مضطرب ہو کسی دلفگار کی صورت

سردار احمد سرحدی

فہرستِ کتب موجودہ مخزن ایجنسی دہلی

(مفصلہ ذیل کتب کا مطالعہ اور رکھنا ہر شخص کی لوازمات زندگی میں شامل ہے)

اُردو زبان کا بہترین سفرنامہ

مندرجہ عنوان فقرہ گویا ان بیشمار خیالات اور رایوں کا عطر ہے جو ملک کے معزز اخبارات اور نامور اہل آرا نے شیخ عبدالقادر صاحب بی۔اے۔ بیرسٹر ایٹ لا کی جدید علمی کوشش

مقامِ خلافت (یعنے) سفرنامہ استنبول

کے متعلق ظاہر کی ہیں۔ اور بالاتفاق یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ اس سے زیادہ وضاحت و تفصیل کے ساتھ دارالسلطنت قسطنطنیہ کے حالات آجتک نہ صرف اردو بلکہ کسی مشرقی زبان میں نہیں لکھے گئے۔ شیخ صاحب ممدوح کو اپنی سیاحت قسطنطنیہ میں حُسنِ اتفاق سے مشہور مقامات کی سیر اور مقتدر اصحاب کی ملاقات کے وہ موقعے میسر آئے جو بڑے بڑے یورپین سیاحوں کو مشکل سے نصیب ہوتے ہیں۔ اسلیئے اُنھوں نے اول تو ہر جگہ کے حالات اور ہر ایک بات کے متعلق تفصیلی نوٹ لیے۔ اور اُس کے بعد سفرنامہ کی تحریر میں اپنی مشہور طرز ادا کے جوہر اس خوبی سے دکھلائے ہیں کہ اصل چیز کا صحیح نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور پڑھنے والے کی طبیعت مطالعہ کتاب سے وہ حظ اُٹھاتی ہے گویا وہ ہر وقت مولف کا رفیق اور ہر موقع کے لُطف میں شریک تھا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے قریب قریب ہر باب کے ساتھ ایک ہاف ٹون عکسی تصویر لگائی ہے جسکی وجہ سے چھبیس تصویروں کا ایک مُرقع گویا کتاب کے ساتھ مفت ہاتھ آتا ہے۔ پھر کتاب کی تیاری کا اہتمام

بھی قابل قدر و لائق دید ہے کتابت نہایت خوشنما۔ کاغذ اعلیٰ قسم کا چکنا ولایتی تصویریں نفیس آرٹ پیپر پر چھپی ہوئی اور سب پر طرہ دو سرورق جو اپنی جگہ لیتھو کی چھپائی کے نادر نمونے ہیں۔ ایک پر سنہری و روپہلی بیل مع طغرائے شاہی اور دوسرے پر خوشرنگ انگوری بیل نہایت پسندیدہ ضخامت مع تصاویر تین سو صفحے سے زیادہ۔ المدعا کتاب ہر پہلو سے ایسی ہے کہ ممکن نہیں جو اسکی خوبیاں دل کو گرویدہ نہ کرلیں باوجود ان خوبیوں کے قیمت صرف ہے مع محصول ڈاک۔ دفتر مخزن دھلی سے منگائیے +

فہرست مضامین مقام خلافت

مقام خلافت۔ استانبول۔ سرائے ہمایوں باب عالی۔ ایا صوفیہ۔ خزینہ و سرائے قدیم چشمہ سلطان احمد و چشمہ امپراطور۔ ات میدان عجائب خانہ چری۔ جامع احمدیہ مشہور مسجدیں بازار مسقف۔ خان والدہ۔ جامع ایوب و ہفت برج۔ کاغذ خانہ۔ بوغاز وطرلر۔ ہرکیہ۔ مکاتب و مدارس۔ حمیدیہ خستہ خانہ اطفال۔ دار العجزہ۔ مطبع عثمانی اخبار دنیا۔ تربیت اطفال تعلیم نسواں عثمانی معاشرت۔ عیسائیوں سے تعلقات عثمانیوں کی عام حالت۔ دور حمیدیہ روز نامچہ کا خلاصہ۔

فہرست تصاویر مقام خلافت

حضرت ایوب انصاری۔ غلطہ کا بڑا پل غلطہ مینا قصر یلدیز۔ جامع حمیدیہ و سلاملق سلطان المعظم کی گاڑی۔ جامع ایا صوفیہ۔ خزینہ ہمایوں کا دروازہ۔ چشمہ سلطان احمد۔ چشمہ امپراطور۔ شیخ الاسلام۔ ینی چری۔ صدر اعظم۔ ینی چری میدان سرعسکرت۔ جزیرہ ہلکی۔ مکتب بحریہ کے طلبا حمیدیہ خستہ خانہ اطفال۔ ایک ترکی خاتون ترکی برقعہ۔ افسران توپخانہ۔ درویشان طریقت مولویہ والی بروسہ کے ساڑھے تین مہمان۔ شیخ عبد القادر۔ جلال بے السنی۔ شیخ مشیر حسین قدوسی۔ علو جامع بروسہ۔ مدرسہ صنعت ابریشم۔ کارخانہ بروسہ۔

ہز ہائی نس عباس حلمی پاشا خدیو مصر۔

حیات جاوید

یعنے سوانح عمری سرسید مرحوم بالتصویر۔ مصنفہ مولٰنا حالی۔ اِس کتاب کو اسقدر شہرت و مقبولیت حاصل ہو چکی ہے کہ اب مزید تعریف کی ضرورت نہیں۔ مختصر یہ کہ سرسید کے حالات ولادت سے وفات تک نہایت شرح وبسط سے قلمبند کئے گئے ہیں۔ اور دوسرے حصے میں سرسید کی لائف اور تصنیفات اور ان کے کاموں پر نہایت مفصل ریویو کیا گیا ہے۔ مولٰنا حالی کی کامل دس برس کی مسلسل محنت اور عرق ریزی کا نتیجہ ہے۔ ضخامت (۷۰۰) صفحوں سے زیادہ ہے۔ قیمت صرف (سعہ)

حیات سعدی

شمس العلمار مولٰنا حالی کی بے نظیر تصنیف جس میں شیخ سعدی شیرازی کے زندگی کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔ اور شیخ کی تصنیفات نظم ونثر پر نہایت محققانہ ریویو کیا ہے شیخ سعدی کی کوئی سوانح عمری اِس سے بہتر اِسوقت موجود نہیں۔ قیمت (عہ)

الفاروق

یہ ضخیم اور مشہور ومعروف کتاب مولٰنا شبلی کی برسوں کی جانکاہی کا نتیجہ ہے۔ حضرت عمر فاروق کی مفصل سوانح عمری جس کے مطالعہ ہی سے سچا جوش اور قومی حمیت پیدا ہو جاتی ہے نیا اڈیشن۔ قیمت (عہ)

یادگار غالب

مولٰنا حالی کی تصنیف جس میں انہوں نے حیات سعدی کیطرح اول میرزا غالب مرحوم کے واقعات زندگی تحریر کئے ہیں۔ پھر میرزا غالب کی اُردو اور فارسی نظم و نثر کا انتخاب شامل کیا ہے۔ اور ہر ایک صنف کلام پر نہایت خوبی سے ریویو کیا ہے۔ میرزا کی تصویر بھی اس کے ساتھ شامل ہے۔ طبع جدید قیمت صرف۔ (عہ)

دعوت اسلام

یعنے ترجمہ پریچنگ اوف اسلام مصنفہ ٹی ڈبلیو آرنلڈ۔ مترجمہ منشی محمد عنایت اللہ۔ بی۔ اے۔ تمام ان کتابوں میں جو فی زمانا تاریخ اسلام پر انگریزی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ یہ کتاب سب سے زیادہ قابل قدر ہے۔ اس کتاب کی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ خاتمہ پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ مذہب اسلام کی اشاعت کے اسباب کیا تھے اور پھر اسلامی اعتقادات کی سادگی اور صفائی اسلام کی روشن خیالی و پابندی اعمال پر بحث کی گئی ہے انگریزی میں یہ کتاب اب میسر نہیں۔ صرف اُردو میں موجود ہے۔ بقیمت دستے) مل سکتی ہے۔

علم الکلام حصہ اول

مرتبہ مولانا شبلی النعمانی۔ جسمیں علم کلام کی ابتدا اور اِس کے عہد بہ عہد کی وسعت ترقی اور تغیرات کی نہایت تفصیل تاریخ اور علم الکلام کے تمام شعبوں کی تقریظ و تنقید ہے۔ قیمت ۱۲؎

سفرنامہ سرسید

سرسید احمد خاں نے ۱۸۸۴ء کے آغاز میں مدرسۃ العلوم کی امداد کے لیئے پنجاب کا جو سفر کیا تھا اِس کے حالات جمع کیئے گئے ہیں اور بہت سے لکچر اور تقریریں بھی شامل ہیں قیمت بغرض (دعہ)

سفرنامہ ڈاکٹر برنیر

ایک فرانسیسی عالم ڈاکٹر برنیر نے شاہجہاں اور اورنگ زیب کے عہد حکومت میں ہندوستان کا سفر کر کے یہ سفرنامہ فرانسیسی زبان میں لکھا تھا۔ اِسکا ترجمہ انگریزی میں ہوا۔ اور انگریزی سے اُردو میں خلیفہ سید محمد حسین صاحب۔ سی۔ آئی۔ مرحوم نے معہ بہت سے مفید حاشیوں کے ترجمہ کیا۔ دو جلد ونمیں ہے قیمت (دیے)

مسدّسِ حالی یعنے مولٰنا حالی کی نہایت مشہور اور مقبول نظم جس میں اُنہوں نے مسلمانوں کی گذشتہ ترقیوں اور موجودہ تنزل کو نہایت فصاحت اور بلاغت سے بیان کیا ہے طبع جدید معہ ضمیمہ وشرح فرہنگ قیمت (۸/)

نظمِ حالی اِس میں مولٰنا حالی کی چودہ بے نظیر نظمیں شامل ہیں۔ قیمت ۸/

مناجات بیوہ مولٰنا حالی کا مشہور قطعہ بند ہے۔ نہایت دردناک اور موثر پیرایہ ہے قیمت ۲/

کنیز فاطمہ مصنفہ قاضی عزیز الدین احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر اِس کی نسبت یہی کہنا کافی ہے کہ بوجہ اپنے خوبی کے سول سروس کلاس کا اُردو کورس مقرر رہا ہے۔ نہایت اخلاقی ناول ہے قیمت (۱۲)

رسومِ دہلی (متعلقہ مسلمانان) از تالیفات مولوی سید احمد صاحب دہلوی مولف فرہنگ آصفیہ) اس کتاب کی خوبی کے لیے اسکے مولف کا نام ہی کافی ضمانت ہے، فرہنگ آصفیہ کے مرتب کرنے سے مولوی سید احمد صاحب نے جو احسان اُردو زبان پر کیا ہے۔ اسکی کافی داد نہیں دیجاسکتی۔ مولوی صاحب کی معلومات رسوم قدیمہ کے متعلق حیرت انگیز ہیں۔ اِس کتاب میں مولویصاحب نے بچہ کی پیدائش کی معلومات سے لیکر شادی اور میت کی تمام رسومات نہایت شرح اور بسط سے لکھی ہیں زبان عورتوں کی لکھی ہے۔ جو اسقدر پیاری اور دلچسپ ہے کہ کتاب چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ اور بے اختیار داد منہ سے نکلتی ہے مستورات کے لیے

یہ کتاب زیادہ باعث دلچسپی ہے اور اسکا مطالعہ اِن کے لیے زیادہ مفید ہے اور بامطلب ہی قیمت فی جلد ۱۲ ار علاوہ محصول ڈاک۔

رباعیات اکبر

خان بہادر سید اکبر حسین صاحب جج کے کلام نے جو شہرت و مقبولیت حاصل کی ہے محتاج توصیف نہیں۔ مخزن پریس دہلی نے حال میں ان کی تمام اخلاقی رباعیات کا مجموعہ نہایت خوش قلم اور خوشنما چھاپکر شایع کیا ہے۔ ہر صفحہ پر ایک رباعی نہایت اہتمام سے لکھی گی ہے۔ اور بہت احتیاط اور صفائی سے چھپی ہے۔ کتاب مجلد ہے اور قیمت صرف ۱۲ ار علاوہ محصولڈاک ہے

منازل السائرہ

یعنے جناب مولوی عبدالراشد صاحب الخیری دہلوی کی مقبول کتاب جس کا پہلا ایڈیشن چھپتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک گیا تھا اور جس کی دوبارہ اشاعت کے متواتر تقاضے آتے رہے۔ اب مخزن پریس میں نہایت خوبی کے ساتھ دوبارہ چھپی ہے۔ اِس کتاب میں سائرہ کی زندگی کی مختلف منازل کے حالات نہایت دلچسپ اور نصیحت آمیز طریق سے بیان کیے گئے ہیں۔ مولوی صاحب کی مشہور طرز تحریر کا یہ ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اخبارات نے نہایت اچھے اچھے ریویو لکھے ہیں۔ مستورات ہی کی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اور اسکا مطالعہ خصوصاً اِن کے لئے بہت دلچسپ اور مفید ثابت ہوگا۔ قیمت (عہ) علاوہ محصولڈاک۔ کاغذ۔ لکھائی چھپائی سب چیز اعلیٰ درجہ کی ہے۔

مثنویات میر حسن

میر حسن کی مثنوی بےنظیر بدر منیر کا جو پایہ اُردو زبان میں ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں

اور یہ بے بہا چیز جس طرح غلط سلط بُری بھلی چھپکر بازار میں ملتی ہے۔ وہ اس قابل نہ تھی کہ بامذاق اصحاب کی الماریوں کے لیئے باعث زینت ہو۔ اِس لیئے ضروری تھا کہ سلیس اُردو کے اِس استاد کامل کی کتاب اچھے لباس اور صحت کے ساتھ چھپی ہوئی شائقین کے روبرو جلوہ گر ہو۔ چنانچہ یہ کوشش بار آور ہوئی۔ اور بہت تلاش سے میر حسن کی دوسری غیر مطبوعہ مثنوی گلزارِ ارم بھی ایک مستند قلمی نسخے سے نقل کر کے شامل کردی ہے۔ اور ایک نہایت فاضلانہ اور بسیط دیباچہ جناب مولوی سید اشرف حسین صاحب بی۔ اے نے لکھکر اس مثنوی بے نظیر کی داد دی ہے۔ اور اسکی خوبیاں اور دیگر لطیف نکات جو ہر شخص نہیں سمجھہ سکتا نہایت خوبی اور قابلیت سے بیان کیئے ہیں۔ قیمت (عه) علاوہ محصول ڈاک۔

سیر تبت

یعنے ریورنڈ احمد شاہ صاحب کی مشہور و معروف کتاب ”فور ایرس ان تبت“۔ جس کا ترجمہ منشی انیس احمد صاحب سابق طالب علم علیگڈھ کالج نے اردو زبان میں نہایت سلاست اور خوبی سے کیا ہے اور آخر میں تبت میں اسلام کے نہایت تفصیلی حالات جمع و قلمبند کر کے شامل کردیئے ہیں تبت کے پر از اسرار حالات ہر سیاح کی تجسس اور جستجو سے اسقدر بالا رہے ہیں کہ ابتک بہت کم کسی کو کامیابی ہوئی ہے۔ اور بعض مقامات تو ایسے ہیں کہ کوئی اجنبی شخص وہاں پہونچ ہی نہیں سکتا لیکن اس کتاب کے مطالعے سے تبت کا نقشہ اور وہاں کے دلچسپ رسم و رواج اور مذہبی اعتقادات اور وہاں کے لوگوں کی بود و باش اور معاشرت کے مفصل حالات منکشف ہو جاتے ہیں۔ وہ وہ باتیں اس کتاب سے معلوم ہوتی ہیں جو آجتک کہیں دیکھیں نہ سنیں۔

اصل کتاب کچھہ عرصہ ہوا یورپ و امریکہ میں شایع ہو کر نہایت پسندیدگی اور قدر کی نگاہ سے دیکھی جا چکی ہے۔ اور اب ہمنے اپنے ناظرین کی دلچسپی اور وسعت معلومات کے لیئے اُردو میں شایع کیا ہے۔ قیمت بھی کچھہ نہیں صرف ۱۰/ ناظرین جلد طلب فرمائیں +

منیجر مخزن

انشار ہادی النسا۔ خاص بیگمات دہلی کی زبان میں نہایت شوق انگیز طرز سے لکھی گئی ہے۔ اور بہت سی

انتخاب مخزن

مخزن کی گذشتہ نو جلدوں میں سے تمام چوٹی کے مضامین نظم و نثر اس میں آ گئے ہیں۔ جن کے پاس مخزن کا فائل نہیں اُن کے لئے تو یہ کتاب بہت ضروری ہے مختصراً یہ کہ انتخاب لاجواب چند یگانۂ روزگار مشہور اہل قلم شعراء اور اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کے مغربی مشرقی خیالات کا لب لباب ہے۔ پہلا اڈیشن جو کوئی دو سال ہوئے شائع کیا گیا تھا اس قدر مقبول ہوا کہ پہلا اڈیشن ختم ہو کر دوبارہ چھپنے کی بہت سی فرمائشیں آئیں۔ چنانچہ کسیقدر ترمیم کے بعد اب پھر یہ انتخاب بالکل تیار ہے۔ اِس انمول کتاب کی قیمت صرف (عہ) ایک روپیہ

درد جانستان

(مصنفہ حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی)

اس ناول کے چند باب رسالہ مخزن میں شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ اب اِس ناول کو مکمل کر کے کتاب کی صورت میں علیحدہ چھاپ دیا ہے۔ دلی کی زبان میں دلی کا ایک سچا واقعہ اِس قدر دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ پڑھنے کے قابل ہے۔ قیمت صرف ۸/

گذشتہ جلدیں

مخزن کو جاری ہوئے گو آٹھ برس ہونے کو آئے لیکن ابتدا سے اِس وقت تک پرچے ملنے محال ہیں۔ تاہم چند جلدیں متفرق بچ گئی ہیں۔ اگر کوئی صاحب خریدنا چاہیں تو طلب فرمالیں۔ یہ بھی اِس وقت غنیمت ہیں قیمت قسم اول عاؔ قسم دوم عہ۔ مجلد علاوہ محصول ڈاک

منیجر مخزن

مرکب عشبہ کے اکتالیس فوائد

جس کی تصدیق حکیموں ڈاکٹروں اور ذیعلم لوگوں نے کی ہے

فائدہ (۱) جسکی تصدیق ایک سو دس مریضوں نے آپ استعمال کر کے سرٹیفکٹ دیئے ہیں وہ یہ ہیں۔ جب کبھی فسادات خون سے کچھ عرصہ بعد جلد پر سیاہی آجائے پھر اور جسم پر بدنما سیاہ داغ پڑ جائیں یا جوڑوں میں اور ہڈیوں میں درد ہو تو یہ مرکب استعمال کرنے سے تمام دکھ دور ہو جاتے ہیں۔

فائدہ (۲) جس کی تصدیق پینتالیس مختلف ملکوں اور مختلف عمر کے لوگوں نے کی ہے وہ یہ ہے بوجہ خرابی معدہ و جگر بھوک بند ہو جانے سے ان بدن لاغر ہوتے جاتے تھے چہرہ پر بے رونقی اور مردہ پن پیدا ہوتا جاتا تھا۔ ہاتھ پاؤں جلتے تھے معدہ پر بوجھ کبھی دست کبھی قے کبھی قبض ہو جاتا تھا وہ سب اس کے استعمال سے دور ہو گئے۔

فائدہ (۳) جسکی تصدیق دو سو مریض ازخود کرتے ہیں۔ خون گندہ ہونے سے چہرہ پر چھائیاں جسم پر دانے۔ پھوڑے پھنسیاں کثرت سے مختلف جگہوں میں پیدا ہو کر ان سے مواد پانی بہ کر جہاں وہ پانی لگتا تھا زخم ہو جاتے تھے۔

فائدہ (۴) جسکی تصدیق پینتالیس آدمی کرتے ہیں ٹانگوں اور بازوؤں کا چمڑا سیاہ اور موٹا ہو گیا تھا اور پسینہ آنے سے سخت خارش ہوتی تھی

فائدہ (۵) جس کی تصدیق گیارہ آدمی کرتے ہیں خنازیر مختلف حصہ جسم میں بغل اور گردن میں ان بدن گلٹیاں بڑھتی جاتی تھیں اس کے استعمال سے بڑی گلٹیاں بیٹھ گئیں اور آگے پیدا ہونی بند ہو گئیں۔

فائدہ (۶) جس کی تصدیق تین سو مریض کرتے ہیں۔ عرصے سے ناسور اور بھگندر سے پتلی سی پیپ جاری رہتی تھی۔ اس کے استعمال سے ناسور سوکھ گیا۔

الغرض یہ مرکب چوب چینی اور عشبہ وغیرہ کا سب سے بہتر اور سب سے
مصفی خون ہے جہاں بہت سے انگریزی عشبے ناکارہ اور نقصان رساں ثابت ہوئے ہیں (کیونکہ وہ بلا لحاظ اس ملک کے شراب وغیرہ میں بنائے جاتے ہیں جس سے خون زیادہ غلیظ اور تیز ہوتا ہے) اس نے سریع العمل فائدے دکھلائے ہیں۔ اس جوہر کا اعضاء رئیسہ اندرونی پر بہت اچھا اثر ہوتا ہے جس سے تمام چمڑے کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

یہ مرکب عشبہ پچاس سال سے مختلف حصوں میں ملک کے تجربہ
کیا گیا ہے۔ اگر آپ کو کوئی شکایت ہو تو آپ تجربہ کر کے ہمارے بیان کی تصدیق فرمائیے۔

ثبوت کیلیے { اس جوہر کے استعمال سے پہلے بدن کو وزن کر کے لکھ لو پھر ایک ماہ بعد وزن کردہ وزن ڈیوڑھا ہو جائیگا۔ اور چہرے کا رنگ (خون صاف ہونے سے) کندن کی طرح دمکنے لگیگا۔

قیمت	قیمت
شیشی کلاں (ایک ماہ کے لیے)	شیشی خورد
تین روپے ...... (سے)	ڈیڑھ روپیہ { عہ ۱ر }

ہزاروں سرٹیفکٹ دیکھنے چاہو تو شفاخانہ سے کتاب مفت طلب کرو

پتہ: منیجر شفاخانہ حاج الحرمین حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکما قادری چشتی لاہور چیدہ روازہ

سفر کا ساتھی بیگ

سفر کے لئے اس سے زیادہ آرام وہ چیز ملنی ناممکن ہے۔ دو جوڑے کپڑوں کے چند کتابیں۔ شیشہ۔ کنگھی۔ برش۔ صابون۔ اور ضرورت کی سب چیزیں اس میں رکھ لیجئے۔

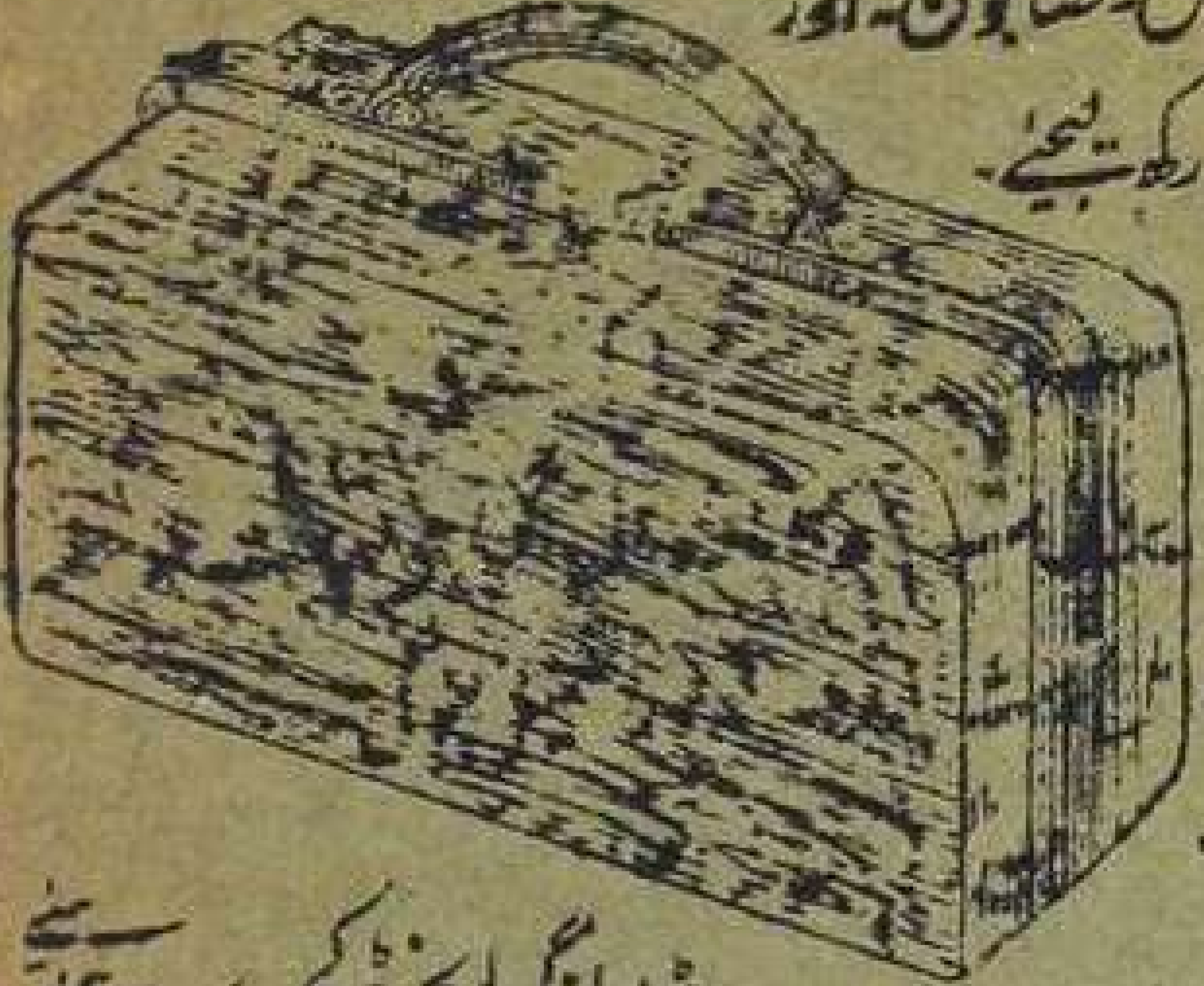

اس کی ساخت ایسی عجیب ہے کہ ظاہر میں بہت بڑا معلوم نہیں ہوتا۔ مگر چھوٹی چھوٹی چیزیں اس میں بے اندازہ آجاتی ہیں۔ ہر ایک طالب علم۔ ڈاکٹر۔ وکیل اور ٹریولنگ ایجنٹ کے پاس ہونا چاہیے

قیمت بیگ کینوس	نمبر ۲	۱۴	۱۶	۱۸	انچ
	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
” چمڑہ نمبر ۱	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
” چمڑہ نمبر ۲	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	

جوانمرد بچوں کا کھیل

یہ بولنی بندوق امریکا کی ساخت اپنی مضبوطی اور عمدگی میں بے مثل ہے۔ قیمت کچھ بھی نہیں صرف (۔۔) علاوہ محصول ڈاک

عبدالرشید برادرز جنرل مرچنٹ اسٹیشنرز انارکلی لاہور

امراض متعلق مردان

ایک پیسے کا کارڈ لکھنے پر اس نام
کا رسالہ پر از نصائح و مفید ہدایات و
تراکیب جوان سون مفت بھیجا جاتا ہے

اوم

ہر انسان کے پڑھنے کے لائق

نہایت اعلیٰ طبی کتب قریباً ۲ درجن تیار
ہیں اور چھپی ہوئی ہیں۔ فہرست طلب کریں
طبی اخبار دیش اپکارک کا بھی نمونہ

دنیا میں ایک نئی ایجاد

پنڈت ٹھاکر دت شرما وید ٹانک دیش اپکارک اوشدھالیہ و ایڈیٹر
طبی اخبار دیش اپکارک و مصنف متعدد رسالہ جات طبی کی طیار کردہ

(رجسٹرڈ) امرت دھارا (رجسٹرڈ)

عام طور پر جو امراض گھروں میں بوڑھوں بچوں جوانوں
مردوں یا عورتوں کو ہوتی رہتی ہیں ان کا تیر بہدف علاج
ہے۔ واقعی حیرانی ہی ایک ہی دوائی خوراک دو تین بوند اور کل
امراض کا حکمی علاج۔ یہ سچ ہے یہ ممکن رسالہ "امرت" مفت
طلب کر کے ضرور ملاحظہ فرما دیں۔ خط و کتابت یا تار کے واسطے پتہ

امرت دھارا چوک متی لاہور

ملک کی خوش نصیبی

کہ دلی میں دیسی ادویات کا ایک ایسا کارخانہ جس پر آپ کافی بھروسہ کر سکتے ہیں قائم
ہو گیا۔ جناب حاذق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب نے طب یونانی کو زندہ
کرنے کے لیے جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اس دواخانہ کا قیام اُن خدمات کے
نتیجہ خیز ہونے کی ضمانت ہو گیا ہی۔ سب سے بڑا نقص ہماری طب کا یہ تھا کہ دوائیں اصلی دستیاب
نہیں ہوتی تھیں۔ اب یہ شکایت بالکل دُور ہو گئی۔ بانسو یونانی اور ویدک مرکبات اصل
نسخوں کے موافق عمدہ اجزا اور پورے اوزان سے بنے ہوئے اس دواخانے
میں طیار ہیں۔ نیز جناب حاذق الملک کے خاص خاندانی مجربات بھی۔ جن کا ہندوستان
کے سب سے بڑے دیسی مطب میں لاکھوں مریضوں پر تجربہ ہو چکا ہی۔ ہر مرض کی دوا نیں
بھروسے کے قابل اس دواخانے میں موجود ہیں۔ عام لوگ کیا اب تو ہوشیار طبیب بھی اسی
دواخانے سے دوائیں طلب کرتے ہیں۔ جو اصحاب ایک دفعہ دوا منگاتے ہیں وہ دواخانے
کے مستقل خریدار ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ دوا سازی کا اس دواخانے میں مکمل انتظام ہی اور
وہ وہ نسخے جو یونانی اور ویدک طب کا انتخاب ہیں اور جن کے افعال و خواص پر پورا
اعتماد کیا جا سکتا ہی اس دواخانے میں بنتے ہیں۔ کسی قسم کی خرابی معاملے میں نہیں اس لیے
کہ یہ دواخانہ کوئی شخصی کارخانہ نہیں۔ مدرسہ دائیان و زنانہ شفا خانہ دہلی کو اپنی
آمدنی دے دیتا ہی۔ اور ایک کمیٹی جس کے پریسیڈنٹ جناب حاذق الملک ہیں اس
کی منتظم ہی۔ تازہ فہرست مفت۔ تار کا کافی پتہ ہامیڈی سنٹر۔

کل خط و کتابت بنام منیجر ہندوستانی دواخانہ دہلی

ممیرے اور سچے موتیوں کا سفید سُرمہ

جس کو جناب رام سرن نگم صاحب نے بنایا

مصدقہ جناب نامی گرامی ڈاکٹر ڈبلیو آر کرا اپر صاحب بہادر ایف سی ۔ ایس اے

آر ایس ۔ ایم ۔ فیلو آف ۔ دی انسٹیٹیوٹ آف مسٹری لنڈن

جس کی نسبت لنڈن و کلکتہ و پنجاب آگرہ میڈیکل کالج کے سند یافتہ معزز ڈاکٹران اسسٹنٹ سرجن و معزز حکما و صاحبان جج بہادر و مجسٹریٹ صاحبان ڈپٹی کلکٹران بہادر و معزز یوروپین صاحبان انگریز بہادر وغیرہ نے بعد تجربہ و استعمال کے ہمکو لکھا ہی کہ آپ کا ممیرہ و سچے موتیوں کا سفید سرمہ آنکھوں کی بیماری و ترقی روشنی کے واسطے بہت مفید و سب سے بہتر اور زود اثر ہی جکے سرٹیفکٹ بوقت فرمایش آپ کی خدمت مین بھیجیں گے ملک رکھا افریقہ اور لنکا وغیرہ کے معزز ڈاکٹران ہندوستان کے معزز ڈاکٹران و حکیم آنکھوں کی بیماریوں کی اور دوا کو چھوڑ کر ہماری اس دوا کو استعمال کرتے ہیں ۔ ہم نے اصلی و عمدہ ممیرہ بڑی تلاش سے ہندوستان و ممالک غیر سے منگوایا ہی سرمہ کا امتحان اور اسمین جلد کامیابی نگاہ ناپ کر ہمارا سرمہ لگایے دو ہفتے مین آنکھ کی روشنی بہت بڑہجائیگی آنکھ کے جملہ نقص دور ہوجائینگے عینک کی ضرورت نہیں رہیگی ۔ دھند ۔ ڈھلکا ۔ آنسو بہنا ۔ درد سرخی سوزش کھجلی ۔ آنکھوں کے سامنے کا اندھیرا پلکوں کے اندر کے دانے و سرخی گوہانجی ۔ لکھنے پڑھنے سے آنکھوں کا نقصان ۔ درد بہت جلد شرطیہ رفع کرتا ہی کمزوری نگاہ سے سوئی مین ڈورا بہت جلد چھوڑ لیجیے ۔ پڑوال ۔ ریل جالا ۔ پھلی ۔ ابتدائی موتیا بند ناخونہ ککری آنکھوں مین سرخ ڈورے پڑجانے کو پلکیں گرجانے والی بیماری کو مفید ہے کمزور آنکھ کو قوت دیتا ہی قیمت سفید سرمہ یا سیاہ سرمہ فی تولہ (ے) محصول ۲ر اپنا نام و ڈاکخانہ و ضلع خوشخط لکھو ورنہ تعمیل نہو گی ۔

(۱) عالیجناب ڈاکٹر ڈی وائی روز صاحب بہادر آر ڈی ۔ ایم پی ۔ لنڈن ۔
(۲) عالیجناب ڈاکٹر جوزف ورنیو ڈیکی صاحب بہادر ملک روس ۔
(۳) جناب ڈاکٹر ایچ ۔ بی بنرجی صاحب ایل ایم ایس و سرجن کلکتہ ۔
(۴) جناب ڈاکٹر بی این بنرجی صاحب ایل ایم ایس و اسسٹنٹ سرجن میرٹھ ۔
(۵) جناب ڈاکٹر بی ایل صاحب ڈیسن افسر فوج شاہی ملک افریقہ ۔
(۶) عالیجناب شمس العلما خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب سابق پروفیسر میور کالج الہ آباد
(۷) عالیجناب مولوی فصیح الدین احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر بہادر و اسسٹنٹ مہتمم بندوبست کانپور
(۸) عالیجناب مسٹر حبیب امین صاحب بی اے بی ۔ ایل و سب جج بہادر مقام منگلور ۔
(۹) عالیجناب شاہ محمد ظہیر عالم صاحب ڈپٹی کلکٹر بہادر ضلع سلطانپور
(۱۰) عالیجناب مسٹر انوار الحسن صاحب سب جج بہادر حیدر آباد دکن ۔
(۱۱) عالیجناب مسٹر ہرین بہاری صاحب مکرجی ایم اے ایل ایل بی سشن جج بہادر گونڈہ
(۱۲) عالیجناب مسٹر بی ایل جج خفیفہ بہادر کانپور
(۱۳) عالیجناب مسٹر شب شنکر صاحب سیٹھی مجسٹریٹ بہادر مقام منڈلیسر ۔
(۱۴) عالیجناب مسٹر ڈابلی صاحب بہادر ڈیسر نارتھ ویسٹ ٹینری کانپور ۔
(۱۵) عالیجناب بودھ منیت لال صاحب ڈپٹی کلکٹر بہادر ضلع اوناؤ ۔

المشتہر نگم کمپنی نیا چوک کانپور

رائیڈل صاحب کی بنائی ہوئی نہایت مجرب ادویہ

مرگال

انتہائی درجے تک کے فساد خون کے مریضوں کے لیے اکسیر۔ مصدقہ ڈاکٹران معالج امراض اسفال۔ ۴۰ گولیوں کی شیشی قیمت دو روپے (عـ۲)

گونوسان

مشہور تکلیف دہ جاں گداز مرض ریزش پر سوز مثانے کا حکمی علاج۔ مشہور اور خاص معالج ڈاکٹراں کا مصدقہ۔ ۵۰ گولیوں کی شیشی کے دو روپے (عـ۲)

بورنیوال

طاقتور بنانے اور درد اعصاب دور کرنے کی دوا ہسٹریا کی مریض عورتوں کیواسطے نہایت مفید ہے۔ کم ہمتی بدخوابی ضعف دل و دماغ کو نافع ۴۲ گولیوں کی قیمت عـ۲

بوہمبین

کمزوری اور ہر قسم کے ضعف کے لیے قطعی اور بلاضرر علاج مصدقہ محققان امراض کو کبھی خطا نہیں کرتی ۱۲ قرص کی قیمت ایک روپیہ چھ آنے (عـ۶)

مندرجۂ بالا ادویہ کے مفصل حالات میں ایک رسالہ بنام آب و آتش حال میں چھپا ہے اور مفت تقسیم کیا جاتا ہے اے برکت اینڈ کمپنی دھلی سے طلب کرو بلا محصول ڈاک ارسال کیا جاوے گا۔ اور متذکرۂ بالا ادویہ اپنے شہر کے انگریزی دوا فروشوں سے طلب کرو اگر دقت ہو تو اے برکت اینڈ کمپنی دھلی سے طلب کرو۔

مُحسن الملک ہیٹ

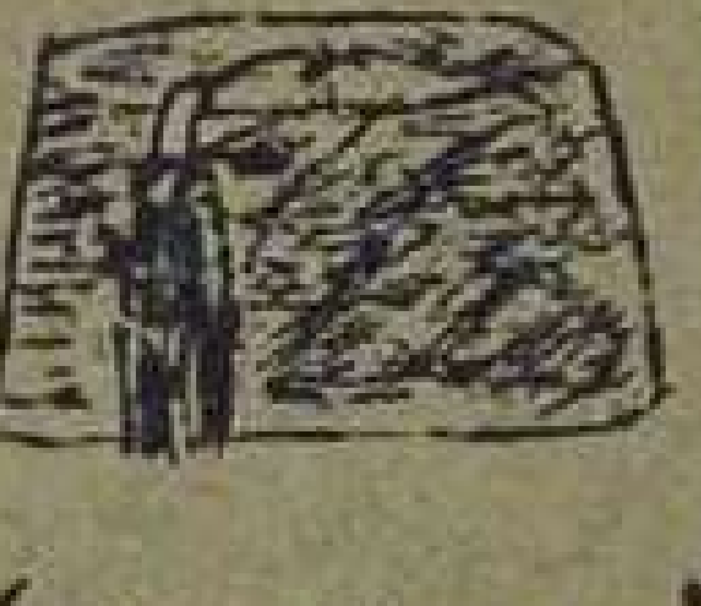

یہ اُس نئی وضع کی ترکی ٹوپی کا نام ہے جو ہم نے ابھی انگلستان کے مشہور کارخانے کرسٹی سے اپنا خاص آرڈر بھیجکر بنوائی ہیں۔

رنگ نہایت خوشنما اور وضع بہت فیشن ایبل۔ استر تمام ولایتی چمڑے کا ہے جس سے ٹوپی کبھی خراب ہوگی یہ ٹوپی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے جن اصحاب نے یہ ٹوپیاں خرید کی ہیں وہ بہت پسند کرتے ہیں اور اپنے احباب سے بھی اس ٹوپی کی سفارش کرتے ہیں۔ آپ ایک ٹوپی منگوا کر دیکھیے اگر آپ کو پسند آئے تو اپنے دوستوں کے لیے بھی طلب کیجیے ہر رنگ اور ہر ماپ کی موجود ہیں قیمت مع پُھندنا صرف (للعہ) محصولڈاک علاوہ۔

فرمائشیں آنے کے ساتھ سر کا ماپ ضرور آنا چاہیئے۔

عبدالرشید برادرز جنرل مرچنٹ انارکلی لاہور

انتخاب مخزن

کا

دوسرا اڈیشن

یہ کون نہیں جانتا کہ پانچ سال کی پیہم کوششوں سے روحِ روانِ اُردو یا ملک کی نہایت ہی مقبول زبان کے جانے ہوئے۔ پہچانے ہوئے بلکہ مانے ہوئے بہترین رسالۂ **مخزن** نے دلوں پر اپنے سکے بٹھائے ہیں۔ زبانوں پر اسکے لفظ ہیں اور اکثر اوقات خیالات میں بھی اسی کے مضامین کی جھلکیاں پائی جاتی ہیں۔ لیکن **انتخاب مخزن** چیزے دیگری کا مصداق ہے۔ اس انتخاب میں راتیں کالی ہوئی ہیں۔ دن بیتے ہیں اور اس انتخاب کو مخزن کی گزشتہ نو جلدوں سے عطر کی روح کی طرح کھینچکر کتاب کی صورت میں دس نہیں پورے تین ۳۰۰ سو صفحے رنگے ہیں۔ یہ نادر کتاب اُن یگانۂ روزگار مشہور اہل قلم اور شعراء اور اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کے مغربی و مشرقی خیالات کا لب لباب ہے۔ جسے ملک کے ہر حصے میں سے ہر مذاق کے موافق پُھتیاں پُھتیاں کر کے بھرا ہے۔ اس انمول کتاب کی قیمت صرف ایک روپیہ ۔ عہ علاوہ محصولڈاک۔

منیجر۔ مخزن

دہلی

ممیرے کا سُرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل ایگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسروں نامور ڈاکٹروں والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سُرمے کی تصدیق فرمائی ہو کہ یہ سُرمہ امراض ذیل کے لیے اکسیر ہو ضعف بصارت۔ تاریکی چشم۔ دھند۔ جالا۔ پڑوال۔ غبار۔ پھولا۔ سبل سرخی۔ ابتدائی موتیا بند۔ ناخنہ۔ پانی جانا۔ خارش وغیرہ۔ معزز ڈاکٹر و حکیم صاحبان اور ادویات کے آنکھوں کے مریضوں پر اس سُرمہ کا استعمال کرتے ہیں۔ چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہو اور عینک کی حاجت بھی نہیں رہتی۔ بچے سے لیکر بوڑھے تک کے یہ سُرمہ یکساں مفید ہو۔ قیمت اس لیے کم رکھی گئی ہو کہ خاص و عام اس سُرمے سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لیے کافی ہو (عہ) ممیرے کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم فی تولہ (سے) خالص ممیرہ فی ماشہ عـــہ روپیہ مصری سُرمہ فی تولہ ہر۔ خرچ ڈاک ذمہ خریدار۔ درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں۔

المشتہر پروفیسر میاں سنگھ اہلو والیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور

ان سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہوسکتی ہو

(۱) میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سُرمہ جو سردار میاں سنگھ اہلو والیہ نے ایجاد کیا ہو بڑی بیش قیمت اور مفید دوا ہو بالخصوص مفصلہ ذیل امراض کے لیے بمنزلہ اکسیر ہے آنکھوں سے پانی کا بہت جانا۔ دھند۔ سوزش ہر قسم جسکو آنکھ آنا کہتے ہیں جلن اور کمزوری نظر۔ ناخنہ باہر اور اندر کی جھلی کا زخم اور اُن سے پیپ کا گرنا۔ چونکہ اس سُرمے میں کوئی مضر کیمیاوی شے نہیں ہو اس لیے ہر کسی کے لیے اسکا استعمال مفید ہو۔ مفصلات میں جہاں لائق ڈاکٹروں کا ملنا محال ہو وہاں ایسی مفید دوا کو ضرور پاس رکھنا چاہیے اس لیے میں بلا شک و شبہ کہدیتا ہوں کہ مذکورہ بالا امراض کے لیے

ممیرے کا سرمہ ضرور ہی مفید ہو۔ راقم

راقم ڈاکٹر ایم۔ بی۔ سانگلی صاحب بہادر ایم۔ ڈی ایس سند یافتہ یونیورسٹی ایڈنبرگ انگلینڈ۔ امرتسر۔

(۲) جناب سردار صاحب تسلیم۔ میں نے آپ کا ممیرے کا سُرمہ استعمال کیا میں تصدیق کرتا ہوں کہ بیشک یہ سرمہ کمزوری چشم کے لیے بہت مفید ہو۔ میری آنکھیں بالکل کمزور تھیں لگاتار ایک پہر کام کرنے سے معذور ہوجاتا تھا۔ اب میری یہ کیفیت ہے کہ صرف چار روز کے استعمال سے تین تین پہر بلکہ تمام دن اچھی طرح کام کرسکتا ہوں راقم میاں خورشید محمد خاں خلف نواب سلطان محمد خاں صاحب بہادر رئیس اعظم ریاست بھوپال۔

پانچہزار روپیہ انعام اگر کوئی شخص ممیرے کے سُرمے کی سند ایسی جو قریب بیس ہزار کے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کردے اسکو پانچہزار روپیہ انعام دیا جائیگا جو لاہور کے بنک میں اسی مطلب کے لیے ۵ مارچ ۱۹۰۶ء کو جمع کیا ہو

فریڈرک اسٹرنس اینڈ کمپنی
(دواسازان ڈیٹرائٹ ملک امریکہ کی)
مشہور عالم ادویہ

اسٹرنس وائن آف کاڈلور آئیل

مچھلی کے تیل کا نہایت نفیس جوہر مع کشتہ فولاد- پاکیزہ بلا بو و بلا مالش مرکب کھانسی اور مزمنی کا
بہترین علاج عہ و عیہ ۱۲ر

اسٹرنس ہیڈیک کیور

ہر قسم کے دردسر کے واسطے بلا ضرر و زود اثر یقینی فائدہ رساں دوا- نقلی مت خریدو- صرف اسٹرنس کی اصلی ہے
بارہ قرص ۱۲ار-

اسٹرنس زائمول ٹروکیسز

دافع خراش حلق- کھانسی و آواز کی بھربھراہٹ دور ہوتی ہے- خوشنما- اور خوش ذائقہ قرص ہیں قیمت عہ
فی بکس ۲۰ قرص ۔

اسٹرنس پیپزائمس

غذا ہضم کرنے کیلیے بہترین دوا- نہایت سستی- زود اثر اور کامل طور سے آلات ہضم کو درست کرتی ہے-
عہ فی شیشی:-

اسٹرنس میتھیلائڈس

کسی قسم کی اور کیسی ہی مثانے کی بیماری ہو اس کے استعمال سے دور ہو جاتی ہے اس سے بہتر ان
بیماریوں کے واسطے کوئی اور دوا نہیں آجتک کبھی ناکامیاب نہیں ہوئی چالیس گولیوں کی شیشی عہ

رسالہ رفیق مریضاں | جس میں ادویہ طیار کردہ کارخانہ فریڈرک اسٹرنس اینڈ کمپنی
ڈیٹرائٹ ملک امریکہ کے مشرح حالات ہیں ٹائمس ایڈورٹائزنگ ڈپو
کشمیری دروازہ دہلی سے مفت اور بلا محصول طلب کرو-

ہر شہر کے تمام انگریزی اشیاء کے دوکاندار فروخت کرتے ہیں